ابانۃ المتواری فی
مصالحۃ عبدالباری
۱۳۳۱ھ
تصنیف لطیف
اعلیٰ حضرت مجدد امام احمد رضا
ALAHAZRAT NETWORK
اعلحضرت نیٹ ورک
www.alahazratnetwork.org

رسالہ

۱۳ ۳۱

اَبانۃ المتواری فی مُصالحۃ عبد الباری

(عبد الباری کی مصالحت میں چھپی ہوئی (خرابی) کا اظہار)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

مسئلہ ۱۸۵: از لکھنؤ فرنگی محل مرسلہ مولوی سلامت اللہ صاحب نائب منصرم مجلس مؤید الاسلام ۲۰ ذیقعدہ ۱۳۳۱ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ـــــــــ گورنمنٹ کے حکام

ع مسجد کانپور کے متعلق ایک نہایت ضروری فتوٰی جس کا سوال لکھنؤ فرنگی محل سے آیا اور دارالافتاء نے جواب دیا اور بکمالِ وضوح ثابت کیا کہ مولوی صاحب نے جو فیصلہ مسجد مچھلی بازار کانپور کے متعلق دیا وہ سراسر مخالف احکامِ اسلام ہے۔ اس پر مسلمانوں کو مطمئن ہونا سخت گناہ و حرام ہے، ہر طبقہ کے مسلمانوں پر فرض ہے کہ در بارۂ حفظ حقوق مذہبی گورنمنٹ کی ناتبدل پالیسی سے نفع لیں اور اپنے اپنے منصب کے لائق جائز چارہ جوئی میں پوری کوشش کریں۔ مولوی صاحب کی یہ شخصی کارروائی اگر مقبول ٹھہرگئی تو ہمیشہ کے لئے مساجد ہند پر اس کا بہت بُرا اثر پڑے گا اور ہر مسلمان کہ جائز کوشش کرسکتا تھا اور نہ کی اس کے وبال میں ماخوذ ہوگا "مسجد کانپور کے فیصلہ پر ایک نظر" کا بھی اس میں رَدِّ بلیغ ہے۔

نوٹ، علامہ امجد علی صاحب اعظمی نے "قامع الواھیات من جامع الجزئیات" کے نام سے اس پر ایک عربی تذییل تحریر فرمائی ہے جو کہ مولوی صاحب فیصلہ کنندہ کی اس چہ ورقی عربی تحریر بنام "جامع جزئیات فقہ" جو اس نے اس فیصلہ کو مطابق شرع بنانے میں تحریر فرمائی تھی کے رد میں ہے اعلٰیحضرت احمد رضا خاں علیہ الرحمۃ نے اس رسالہ میں پچاس دلائل قاہرہ پیش کئے جبکہ علامہ امجد علی صاحب اعظمی نے مزید دو سو دلائل پیش کرکے ثابت کیا ہے کہ یہ فیصلہ مطابق شرع نہیں ہے اور نہ ہی مسجد توڑ کر راستہ بنالینا روا ہے۔

کا بیان ہے کہ جو حصہ متنازعہ مسجد کانپور خارج از مسجد ہے اور اس کو بعض ٹرسٹیان نے ہم کو دے دیا تھا
اس بنا پر انھوں نے اس کو منہدم کر دیا اُس کے چند دنوں کے بعد بغیر اجازت چند لوگوں نے اُس زمین پر
جس کو میونسپلٹی نے اپنے قبضہ میں کر لیا تھا تعمیر کرنا شروع کیا اس وجہ سے پولیس نے روکا اور فیما بین لڑائی
ہوئی کچھ مسلمان قتل کئے گئے کچھ مسلمان جن میں بے قصور بھی ہیں قید کئے گئے گورنمنٹ نے اپنے طرزِ عمل
سے باور کرا دیا کہ وہ کسی طرح قیدیوں کو نہ چھوڑے گی اور اس زمین کو جس پر میونسپلٹی نے قبضہ کر لیا ہے
مسلمانوں کو واپس نہ دے گی بعد چندے اُس نے مراحم خسروانہ کے لحاظ سے یا اپنے ملکی فوائد کے اعتبار
سے اس امر کی خواہش کی کہ تصفیہ ایسا ہو جائے کہ مسلمان قیدیوں کو چھوڑ دیا جائے اور اس زمین پر چھتا پاٹ
کے مسجد میں شامل کر دیا جائے اس کو چند معتبر حضرات کے روبرو اُس نے پیش کیا ایک عالم نے اس
امر کی کوشش کی کہ وہ زمین جس کو اکثر مسلمان جزو مسجد کہتے ہیں محفوظ مسجد کے کام میں رہ جائے ایک
مخلص کی صورت یہ نکالی کہ ادھر ہی مسجد کا دروازہ کر دیا جائے وہ زمین اُس دروازہ مسجد کے کام کے
گورنمنٹ کے ممبران متعلقہ نے اس امر کو نہیں مانا کہ زمین پر قبضہ مسلمانوں کا ہو بلکہ صاف کہہ دیا کہ یہ کسی
طرح ممکن نہیں، بعد رد و قدح کے اس عالم کی رائے سے یہ طے پایا کہ سردست جلد اس زمین پر کسی
کی نہ ثابت کی جائے کیونکہ مسلمانوں کے نزدیک یہ وقف ہے قبضہ زمین پر مسلمانوں کا دلایا جائے حق آسائش
حقیقۃً مسلمانوں کو حاصل ہے ، اگر غلطاً یا تشدداً گورنمنٹ عام اجازت گزرگی دے تو ہم اس کی وجہ سے
قطع مصالحت نہ کریں گے بلکہ صورت بنا اس کی یہ میونسپلٹی کے سپرد کر دی جائے جس میں بظاہر اقوی امید ہے
کہ موافق قوانین اسلام تصفیہ ہو جائے ، وائسرائے نے بھی تاکید کر دی کہ بننے کے وقت مسلمانوں کی خوشی
اور اُن کے قواعد کا لحاظ کیا جائے . سوال طلب یہ امر ہے کہ جس عالم نے بدیں تفصیل مصالحت کی مانعت
نہیں کی اور منازعت کو قطع کر دیا وہ خاطی ہے یا مصیب ، اور مسلمانوں کو آئینِ امن عام کے اندر رہ کے
استحقاق کی چارہ جوئی کرنی چاہیے جیسا کہ اس عالم کی رائے ہے یا جوش و ہنگامہ دکھانا اور خلل اندازی
امنِ عامہ کرنا شرعاً ضروری ہے اور جو امر دوم کی کوشش کرے وہ حق پر ہے یا جو امر اول کے طرز کو
مسلمانوں کے لئے مفید سمجھے . بَیِّنُوْا تُوْجَرُوْا .

جواب از دار الافتا

سوال بہت مجمل ہے کچھ نہ بتایا کہ ،

(۱) مصالحت کیا کی .

(۲) وہ امر جس پر مصالحت کی تجویز گورنمنٹ تھا جسے عالم مذکور نے قبول کیا یا اس عالم نے پیش کیا اور اسے گورنمنٹ نے مان لیا۔

(۳) گورنمنٹ نے خود ہی مراحم خسروانہ کے لحاظ سے یا ملکی فوائد کے اعتبار سے قیدیوں کو آزاد کیا جیسا کہ عبارتِ سوال سے ظاہر ہے اُس کے بعد کی منازعت سوال میں مذکور نہیں کر کیا تھی اور عالم مذکور نے کیا اور کس طرح قطع کی۔

(۴) بعد اس کے کہ ممبرانِ متعلقہ گورنمنٹ نے زمین پر مسلمانوں کا قبضہ ہرگز نہ مانا اور صاف کہہ دیا کہ یہ کسی طرح ممکن نہیں جیسا کہ سائل کا بیان ہے پھر عالم مذکور کی رائے سے یہ کیونکر طے پایا کہ قبضہ زمین پر مسلمانوں کو دلایا جائے، آیا صرف عالم مذکور کا اپنے خیال میں ایک مفہوم متخیل کرنا یا یہ کہ بعد رد و قدح عالم نے ممبرانِ گورنمنٹ سے یہ امر طے کرالیا۔

(۵) نیز اس کی رائے سے طے پایا کہ سر دست اس زمین پر کسی کی ملک ثابت نہ کی جائے ایک مفہوم تھا کہ اس کے اپنے ذہن میں رہا یا گورنمنٹ نے عالم مذکور کی رائے سے اسے طے کیا۔

(۶) سر دست کے معنی کیا لئے اور وہ بھی عالم مذکور کے خیال میں رہے یا گورنمنٹ سے طے کرلئے۔

(۷) عالم مذکور کو گورنمنٹ نے بلا کر مجبور کیا تھا یا مسلمانوں نے اپنی طرف سے مامور کیا تھا وہ بطورِ خود گیا تھا۔

جب تک ان سب باتوں کی تفصیل معلوم نہ ہو ایک نہایت مجمل گول بات کا جواب کیا دیا جائے۔ ہاں اتنا امر واضح و روشن ہے کہ فتنہ پردازی اور امنِ عام میں خلل اندازی اور مسلمانوں کو بلا اور اسلام کو توہین کے لئے پیش کرنا ہرگز نہ شرعاً جائز ہے نہ عقلاً ٹھیک۔ قرآن عظیم میں ارشاد فرماتا ہے: والفتنۃ اشد من القتل[1] (فتنہ فساد تو قتل سے بھی سخت ہے۔ ت) اور فرماتا ہے: ولاتلقوا بایدیکم الی التھلکۃ[2] (اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو۔ ت) نہ یہی کسی طرح روا ہے کہ کسی حکم مخالفِ شرع کو بلا جبر و اکراہ خود ایک امر طے شدہ قرار دے کر جائز چارہ جوئی کا دروازہ بند کریں یا اس میں شوارع الیس اور آئندہ کے لئے بھی اسے نظیر بنائیں، بلکہ حدودِ سلامت روی کے اندر رہ کر گورنمنٹ پر اس امر کا خلافِ قوانینِ اسلام ہونا ظاہر کریں اور گورنمنٹ کا مستمر قانون کہ مذہبی دست اندازی نہ کرے گی یاد دلا کر بلا ضرر و اضرار فائدہ پائیں جو اس طریق پر چلے مصیب ہے اور جو ان دو طریقوں میں سے کسی پر چلے وہ خاطی

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۱۹۱
[2] القرآن الکریم ۲/ ۱۹۵

ہے۔ واللہ تعالےٰ اعلم

مسئلہ بار دوم از لکھنؤ فرنگی محل مرسلہ مولوی صاحب موصوف سوم ذی الحجہ ۱۳۳۱ھ

مولنا المعظم دام بالمجد والکرم، السلام علیکم، استفتا موصول ہوا مشکور فرمایا، گو ہم کو اصل مسئلہ کے متعلق جناب کی رائے سے آگاہی ہوگئی مگر جناب کے استفسارات کے باعث ضرور ہوا کہ امور مستفسرہ کا جواب دیا جائے اُن کو مفصل لکھ کر ارسال کرتا ہوں امید کہ اب جواب شافی عام لوگوں کے فائدہ کی غرض سے تحریر فرمایا جائے۔

امور مستفسرہ مع تصریح

س (۱) مصالحت کیا کی؟

ج (۱) عالم نے مصالحت یہ کی کہ گورنمنٹ مقدمات اُٹھالے اور کسی کو قیدیوں سے معافی مانگنے کی حاجت نہ ہو، یہ امر ثابت نہ ہو کہ یہ لوگ مجرم تھے مسجد کی زمین پر گورنمنٹ اپنی ملکیت ثابت نہ کرے مسلمانوں کو اس پر قبضہ دے دے اگر جبراً گورنمنٹ اس کے مرور کو مشترک کرتی ہے تو وہ حاکم ہے خلاف احکام اسلامیہ ہے اُس سے مسلمانوں کو اطمینان نہ ہوگا اور موقع موقع اُس کے لئے کوشاں رہیں گے البتہ مقدمات دیگر امور کے متعلق دربارہ ہنگامہ کانپور مسلمان کچھ نہ کریں گے۔

س (۲) وہ امر جس پر مصالحت کی تجویز گورنمنٹ تھا جسے عالم مذکور نے قبول کیا یا اس عالم نے پیش کیا اور اسے گورنمنٹ نے مان لیا۔

ج (۲) گورنمنٹ نے خود مصالحت کی خواہش کی اس امر پر کہ مسلمانوں کے اوپر جو مقدمات ہیں گورنمنٹ کی طرف سے اور مسلمانوں کو جو گورنمنٹ سے دعاوی ہیں ان کے بارے میں کوئی سمجھوتا ہو جائے تاکہ گورنمنٹ کو مسلمانوں سے بدظنی اور مسلمانوں کو گورنمنٹ سے بے اعتباری نہ ہو اور بے چینی دفع ہو۔

س (۳) گورنمنٹ نے خود ہی مراحم خسروانہ کے لحاظ سے یا ملکی فوائد کے اعتبار سے قیدیوں کو آزاد کیا جیسا کہ عبارت سوال سے ظاہر ہے اس کے بعد کی منازعت سوال میں مذکور نہیں کہ کیا تھی اور عالم مذکور نے کیا اور کس طرح قطع کی۔

ج (۳) گورنمنٹ نے بلحاظ مراحم خسروانہ یا باعتبار فوائد ملکی خود خواہش تصفیہ کی کی نہ کہ قیدیوں کو بلا مقابلہ کسی امر کے چھوڑ دینا چاہا بلکہ اس کو مشروط کیا کہ مسلمان آئندہ مقدمات نہ چلائیں اور مسجد کی

زمین پر نیز اسی طریقہ کی عمارت نہ تعمیر کریں گورنمنٹ سے اور مسلمانوں سے متعلقات اور اس کے ضمن میں باہم کشیدگی و منازعت بھی جس کو کہ عالم مذکور نے قطع کر دیا۔

س (۴) بعد اس کے کہ ممبران متعینہ گورنمنٹ نے زمین پر مسلمانوں کا قبضہ ہرگز نہ مانا اور صاف کہہ دیا کہ یہ کسی طرح ممکن نہیں جیسا کہ سائل کا بیان ہے پھر عالم مذکور کی رائے سے یہ کیونکر طے پایا کہ قبضہ زمین پر مسلمانوں کو دلایا جائے آیا صرف عالم مذکور کا اپنے خیال میں ایک مفہوم متخیل کرنا یا یہ کہ بعد رد و قدح عالم نے ممبران گورنمنٹ سے یہ امر طے کرا لیا۔

ج (۴) گورنمنٹ کے متعینہ ممبروں نے ابتداءً مسجد کی زمین پر کسی قسم کا قبضہ دینے سے انکار کیا عالم کی انتہائی جد و جہد سے اُس نے کہا کہ ہم عمارت کی اجازت دیں گے جو قانوناً و عرفاً قبضہ ہے اگرچہ گورنر جنرل لفظ قبضہ کو اپنی زبان سے نہ کہیں یہ عالم کا تخیلہ نہیں بلکہ ممبر متعینہ نے صاف صاف کہہ دیا کہ یہی قبضہ ہے غرضکہ قبضہ خود ممبر متعینہ کی زبان سے طے کرا لیا۔

س (۵) نیز اس کی رائے سے طے پانا کہ سر دست اس زمین پر کسی کی ملک نہ ثابت کی جائے ایک مفہوم تھا کہ اُس کے اپنے ذہن میں رہا یا گورنمنٹ نے عالم مذکور کی رائے سے اسے طے کیا۔

ج (۵) زمین کی ملکیت جو گورنمنٹ اپنی ہی سمجھتی تھی اس کے بارے میں صرف عالم کا تخیلہ نہ تھا بلکہ ممبر متعینہ سے اس نے صاف صاف کہہ دیا اور کہلوا لیا تھا کہ ملک وقف میں کسی کے لئے ثابت نہیں ہوتی اس واسطے ہم اپنے لئے بھی ثابت کرنے کے درپے نہیں ہیں بلکہ مشیر قانونی نے بھی یہی کہا کہ ہماری ملک غصب سے چلی نہیں گئی کہ ہم اپنی ملک کے ثابت کرنے کو کہیں بلکہ ہم اسی قدر چاہتے ہیں کہ گورنمنٹ اپنے لئے ملک ثابت نہ کرے چنانچہ گورنمنٹ نے ایسا ہی کیا۔

س (۶) "سر دست" کے معنی کیا لئے اور وہ بھی عالم مذکور کے خیال میں رہے یا گورنمنٹ سے طے کر لئے۔

ج (۶) سر دست کے معنی ممبر متعینہ سے صاف کہہ دئے گئے کہ ہم تخلیص شراکت مرور کے لئے ہمیشہ چارہ جوئی کرتے رہیں گے اور اُس وقت تک مطمئن نہ ہوں گے جب تک کہ گورنمنٹ مسلمانوں کی خواہش پوری کر دے بلکہ ممبر متعینہ نے یہ بھی صاف صاف کہہ دیا کہ جب قانون بن جائے گا تو خواہ نخواہ یہ مسئلہ بھی طے ہو جائے گا اس وقت جس قدر عالمگیر جوش ملک میں ہے اور اس سے اندیشہ فریقین کے لئے مشکلات کا ہے وہ دفع کر دیا ہے، اور ہم اس وقت اس خواہش کو پورا نہیں کر سکتے ہیں ورنہ ہم کو اس میں بھی کوئی عذر نہ ہوتا۔

س (۷) عالم مذکور کو گورنمنٹ نے حکماً مجبور کیا تھا یا مسلمانوں نے اپنی طرف سے مامور کیا تھا یا وہ بطور خود

گیا تھا۔

ج (۷) عالم مذکور کو عام مسلمانوں نے طلب نہیں کیا تھا، نہ وہ از خود گیا تھا بلکہ مقدمہ کے کارکنوں نے باصرار عالم مذکور کو خود بلایا تھا اور ممبر متعینہ نے اُس سے اس معاملہ میں گفتگو شروع کی جس کے اثنا میں اُس نے صاف کہہ دیا کہ میرا کام مسئلہ بتادینے کا ہے خدا کے گھر کا معاملہ ہے میرا گھر نہیں ہے جس طرح وہ چاہے اور اس کا حکم ہو جنا چاہیے نہ کہ جس طرح میں یا آپ چاہوں علماء کو جمع کرنا چاہیے مسلمانوں کو جس سے اطمینان ہو وہ صورت اختیار کرنا چاہیے مگر ممبر متعینہ نے کہا کہ ہم کو تمہاری رائے پر اعتماد ہے ہم علماء کی مجلس نہ جمع کریں گے تم اپنی رائے کہہ دو اور ہم بالکل گفتگو منقطع کرتے ہیں اور صرف ایک گھنٹہ کی مہلت ہے چنانچہ اس عالم نے بعد سخت گفتگو کے مشورہ دیا کہ ملک سے سروکار نہ رہنا چاہیے قبضہ مسلمانوں کا ثابت کر دیا جائے حق مرور اگر مشترک ہو تو ہم اس کی وجہ سے اس وقت منازعت باقی رکھنا نہیں چاہتے اپنے قیدی چھڑا لیتے ہیں اور اشتراک مرور کے لیے ہمیشہ کوشاں رہیں گے اور حسب قواعد میونسپلٹی بڑھایا جائے تاکہ ہم اس سے بہترین تدبیر اپنے تحفظ جزو مسجد کی کر سکیں جس کی کامل توقع ہے ان سب امور کا تصفیہ ممبر متعینہ سے کر دیا گیا جو ایک مجمع میں مسلمانوں کے ہوا اور ان سب باتوں کی تصدیق وہ عالم کرا سکتا ہے اس نے کسی حکم مخالف شرع کو بلا جبر و اکراہ خود امر طے شدہ قرار دے کر جائز چارہ جوئی کا دروازہ بند نہیں کیا بلکہ جس کو جمہور علماء ناجائز کہتے تھے اُس کو اُس نے بھی ناجائز قرار دیا اور صاف ظاہر کر دیا کہ برابر اس کی چارہ جوئی جائز طور پر کی جائے گی کسی قسم کی دشواری نہیں پیدا کی کیونکہ بے قاعدہ حرکات کو کوئی نہیں روک سکتا اور باقاعدہ احکام اسلامیہ کی چارہ جوئی ہر وقت ہو سکتی ہے دیوانی کے مقدمات ہر طرح کے دائر کیے جا سکتے ہیں اور آئندہ کے لیے نظیر تو درکنار ایک مختصر قانون تحفظ معابد کا بنایا جانا قرار دلوا دیا گیا ہے جس سے خود حسب تصریح ممبر متعینہ اس متنازعہ فیہ حصہ کا بھی مسلمانوں کے موافق ہونا متوقع ہے اس عالم کی رائے ہے کہ یہ قبضہ و حق مشترک مرور قابل اطمینان نہیں بلکہ حدود و سلامت روی کے اندر رہ کر گورنمنٹ پر اس امر کا خلاف قوانین اسلامیہ ہونا ظاہر کریں اور گورنمنٹ کا مستقر قانون کہ مذہبی دست اندازی نہ کرے گی یاد دلا کر بلا ضرر و اضرار فائدہ پائیں اس صورت میں عالم مصیب ہے یا نہیں، امید ہے بر تقدیر صدق مستفتی جواب صاف عطا فرمایا جائے۔

جواب از دار الافتاء

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، جواب استفسارات باعث مشکوری ہے طرح و جرح منظور نہیں بلکہ انکشاف حق جس کے لئے ہر مسلمان کو مستعد رہنا چاہئے، لا سیما اہل علم، جوابات ذکر کافی ہیں نہ مفید برات اگرچہ مجھ سے صرف برتقدیر صدق مستفتی جواب چاہا گیا اور منصب افتا کی اتنی ہی ذمہ داری تھی کہ صورت مستفسرہ پر جواب دے دیا جاتا مگر میں نے ایک مدت تک تعویق کی، اخبارات منگاکر دیکھے کہ نظر بواقعات اس کارروائی کی کوئی صحیح تاویل پیدا ہوسکے مگر افسوس کہ جتنا خوض وتفتیش سے کام لیا اس کی شناعت ہی بڑھتی گئی، ناچار جواب خلاف احباب دینا پڑا کہ اظہار حق لازم تھا، عالم مذکور سے مراسم قدیم حفظ حرمت اسلام ورفع غلط فہمی عوام پر بحمد اللہ تعالٰی غالب نہ آسکتے تھے کہ ہمارے رب عزوجل نے فرمایا:

یایھا الذین اٰمنوا کونوا قوامین بالقسط شھداء للہ ولو علٰی انفسکم[1]	اے ایمان والو! انصاف پر خوب قائم ہوجاؤ اللہ کے لئے گواہی دیتے چاہے اس میں تمہارا اپنا نقصان ہو۔ (ت)

بلکہ حقیقۃً حق دوستی یہی ہے کہ غلطی پر متنبہ کیا جائے۔ حدیث میں ارشاد ہوا:

اُنصُر اخاک ظالما او مظلوما قالوا یارسول اللہ وکیف ذٰلک قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان یک ظالما فاردد عن ظلمہ و ان یک مظلوما فانصرہ[2]، رواہ الدارمی	اپنے بھائی کی مدد کرو چاہے وہ ظالم ہو یا مظلوم، صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یہ کیسے۔ حضور نے فرمایا: ظالم ہونے کی صورت میں اسے ظلم سے روک دو اور مظلوم ہونے کی

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۱۳۵

[2] صحیح البخاری کتاب الاکراہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۰۲۶
صحیح مسلم
سنن الدارمی باب ۴۰ انصر اخاک الخ نشر السنۃ ملتان ۲/ ۲۲۰
مختصر تاریخ دمشق ترجمہ ۲۹ حسن بن فرج دار الفکر بیروت ۷/ ۵۹
تہذیب تاریخ دمشق ترجمہ " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۲۴۱

وابن عساکر عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

صورت میں اس کی مدد کرو۔ اسے دارمی اور ابن عساکر نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔ ت)

لہٰذا امید واثق ہے کہ جواب سوال میں اظہار حق سنگ راہ مراسم قدیمہ نہ ہوگا اور زیادہ خوشی اس بات کی ہوئی کہ ہمارے قدیم دوست عالم نے اسی معاملہ پر ایک تقریر کی ابتداء میں (جو روزانہ زمیندار ۱۲ ذی الحجہ میں چھپی) یوں داد حق جوئی دی کہ "میں اُن لوگوں کا دل سے اور خدا کی قسم دل سے مشکور رہتا ہوں جو میرے عیوب مجھ سے خواہ لوگوں سے کہہ کر میرے اُوپر مربیانہ شفقت کا احسان رکھتے ہیں، یہ لوگ میرے محسن ہیں" جب بیان عیوب اور وُہ بھی ابتداءً اس درجہ موجب شکرگزاری ہے تو بیان مسئلہ شرعیہ میں اظہار حق اور وُہ بھی بعد سوال مراسم قدیمہ میں کیا خلل انداز ہوسکتا ہے۔ وباللہ التوفیق۔

جواب استفسار اول پر نظر

(۱) [ف: قبضۂ زمین کی بحث] اس سوال کے جواب میں کہ عالم نے مصالحت کیا کی تین باتوں پر مصالحہ ہونی بتائی گئی از انجملہ اصل معاملہ کی نسبت یہ ہے کہ مسجد کی زمین پر گورنمنٹ مسلمانوں کو قبضہ دلادے کسی بات پر مصالحت ہونا فریقین میں اس کا طے ہوکر قرار پانا ہے، اگر یہ امر

قرار پاتا تو اسی کے مطابق وقوع میں آتا مگر ایسا نہ ہوا جواب ایڈریس میں گورنمنٹ کے لفظ جو روزانہ ہمدرد ۱۶ اکتوبر میں چھپے صاف یہ ہیں "میں اس امر کو کچھ بھی وقیع اور اہم خیال نہیں کرتا کہ وُہ زمین جس پر وہ دالان تعمیر ہوگا کس کے قبضہ میں رہے گی" ؎

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

(راہ کا تفاوت دیکھ کہ راستہ کہاں ہے اور تو کہاں)

(۲) ہاں اس پر چھتّا بناکر چھت پر قبضہ اور زمین کو سڑک کردینا ٹھہرا ہے کیا چھت اور زمین دو مترادف لفظ ہیں یا چھت کا قبضہ زمین پر بھی قبضہ ہوتا ہے، علو وسفل کے مسائل جو عام کتب فقہیہ میں مذکور ہیں طوطا نظر ہیں جواب ایڈریس مذکور میں ہے کامل غور کے بعد میں اس فیصلہ پر پہنچا ہوں کہ آٹھ فٹ بلند ایک چھتّا اور اس پر دالان تعمیر کردیا جائے نیچے ایک سڑک نکل آئے جس سے عمارت میں مداخلت نہ ہو۔

(۳) عالم نے اس مصالحت میں زمین پر قبضۂ مسلمانان سے صرف مسلمانوں کا خالص قبضہ مراد لیا یا قبضۂ عام خلائق کے ضمن میں عامہ کے ساتھ انہیں بھی ایک حق دیا جانا، بر تقدیر دوم یہ درخواست کتنی بھینے تھی

زمین سڑک میں ڈال لینے پر بھی عالم کے ساتھ مسلمانوں کو حق مرور رہتا گورنمنٹ نے کس دن کہا تھا کہ یہ سڑک خاص کفار کے لئے بنے گی کوئی مسلمان اس پر نہ چل سکے گا۔ بر تقدیر اول کون سا خاص قبضہ مسلمانوں کو ملنا ٹھہرا جبکہ جواب ایڈریس مذکور کے صاف لفظ یہ ہیں: "یہ ضروری ہے کہ عام پبلک اور نمازی اسے بطور سڑک استعمال کرنے کے مجاز ہوں۔"

(۴) قبضہ زمین کا حال جواب استفسار میں خود ہی کھول دیا کہ قبضہ دلا دے کے بعد متصلاً کہا اگر جبراً گورنمنٹ اس کے مرور کو مشترک کرتی ہے تو خلاف احکام اسلامیہ ہے اس سے مسلمانوں کو اطمینان نہ ہوگا موقع موقع اس کے لئے کوشاں رہیں گے۔ صاف کھل گیا کہ قبضہ ہوا پر ٹھہرا ہے زمین مرور مشترک کے لئے چھوڑی ہے جسے دوسرے لفظوں میں شارع عام یا سڑک کہئے اُس کا مطالبہ دورِ آئندہ پر اٹھا رکھا جاتا ہے حالانکہ یہی یہاں اہم مسئلہ بلکہ تمام اصل معاملہ تھا اسی کو نظر انداز کرنا اور عالم کی مصالحت سمجھنا کس قدر عجیب ہے مصالحت رفع نزاع ہے نہ کہ اصل جڑ، و منشاء نزاع معطل و معطل اور دورِ آئندہ کی امید موہوم پر محول نہ ابقائے نزاع ہے نہ قطع و رفع۔ ہاں اگر اس کے معنی یہ تھے کہ عالم نے مسجد سے دست برداری دی جیسا کہ مولوی عبداللہ صاحب ٹونکی وغیرہ نے اس کارروائی سے سمجھا اور پسند کیا تو ضرور قطع نزاع ہوئی اگرچہ بادعوی و بشارت خاص معلوم صلح میں آنا دشوار ہو خیر ایں ہم بر علم۔ مگر بعد کے الفاظ کو مسلمانوں کو اطمینان نہ ہوگا موقع موقع اس کے لئے کوشاں رہیں گے، اس تاویل کو بھی نہیں چلنے دیتے تو اسے مصالحت مشہور کرنا مسلمانوں اور گورنمنٹ دونوں کو غلط بات باور کرانا ہوا۔

(۵) [ف مصالحت خلاف حکم اسلام ہوئی اور گورنمنٹ پر بھی بدگمانی کی] جب عالم کو اعتراف ہے کہ یہ کارروائی خلاف احکام اسلامیہ ہے تو اس پر مصالحت کرنا کیونکر روا ہو سکتا گورنمنٹ پر مصالحت و دلجوئی کی نہ بر بنائے جبر و تعدی، اس وقت کیوں نہ دکھایا گیا کہ یہ طریقہ خلاف احکام اسلامیہ ہے اس میں مذہبی دست اندازی ہے جس سے گورنمنٹ ہمیشہ دور رہنا چاہتی ہے مطے ہوتا تو اس وقت بسہولت ہوتا، نہ ہوتا تو عالم بری الذمہ تھا، نہ یہ کہ اس وقت اصل معاملہ پس پشت ڈال کر بالائی باتوں پر صلح کر لیں اور اصل میں یہ دشواریاں ڈالیں کہ تم لوگ صلح کرکے پھرتے ہو تم نائب سلطنت کے فیصلہ سے اور ایسے بے بہا فیصلہ سے اب سرتابی کرتے ہو تم شکریہ کے جلسے اور روشنیاں کرکے پھر شکایت و منازعت پر اُترتے ہو، نادر شاہی زمانہ گزر چکا تھا کہ دہلی کا سا عام درکنار اینٹ پھینکنے پر بے شمار سر اُڑ جاتے، مسلمانوں کی اینٹ سے اینٹ بج جاتی نہ کہ بم چلے اور کارگر پڑے اور بے تحقیق کسی سے مواخذہ نہ ہو، آج حفظ حقوق مذہبی کا اس سے بہتر کیا موقع تھا، یہاں دل کمزوری سے کام لینا موجودہ آزمودہ گورنمنٹ کو

خواہی نخواہی نادر شاہی ضد اور ہٹ کا نتیجہ سمجھ کر ایسی عظیم حُرمتِ دینی کو پامالی کے لئے چھوڑ دینا کیونکر صواب ہو سکتا ہے۔

(۶) تمام دنیاوی سلطنتوں کا قاعدہ ہے کہ اپنے قانون کی رُو سے جس فعل کو جرم بغاوت سمجھیں اُسے سب سے زیادہ سنگین بلکہ ناقابل معافی جانتی ہیں اُن کے یہاں انتہائی رسوخ والا وہ ہے کہ جسے انھوں نے باغی سمجھ کر اسیر کیا ہو اس کی رہائی کی سفارش کر سکے نہ کہ ان جبروتی شرائط کے ساتھ کہ کسی کو قیدیوں سے معافی مانگنے کی حاجت نہ ہو معافی مانگی کیسی، خود یہ امر ثابت نہ ہو کہ یہ لوگ مجرم تھے، یہ تو شاید شخصی سلطنتوں میں صرف محبوبِ خاص سلطان کی مجال ہو جو ایاز و محمود کی نسبت رکھے اگر ایسا درجۂ اختصاص حاصل ہو، تھا تو اُسے حفظِ حُرمتِ اسلام میں صرف کرنا تھا جس پر باقی امور متفرع ہوئے تھے نہ کہ قیدیوں کے بارے میں یہ فضول و ناحق شرائط اور خاص حُرمتِ دینی سے اغماض کیا، یہ سے

ہر چہ شاہ آں کند کہ او گوید　　حیف باشد کہ جز نکو گوید

(بادشاہ جس شخص کی بات مانتا ہے اگر وہ اچھی بات کے علاوہ کہے تو ظلم ہے)

کا مصداق نہ ہوگا۔

(۷) [ف، معاملہ میں پیچیدگیاں ڈالی دی گئیں [illegible] کی اغراض سے اصل مقصد میں جو پیچیدگیاں شدید یا پیدا کیں اُن کی شرح طول چاہتی ہے ادنیٰ بات یہ ہے کہ قوم کے قلوب اس پر مطمئن ہو گئے تو پھر سے دوبی ہی گئی، چارہ جوئی کون کرے، اخباروں میں بکثرت مضامین اس پر اطمینان کے شائع ہوئے، ازاں جملہ نواب مشتاق حسین صاحب امروہی کی بسیط تحریر کہ روہیلکھنڈ گزٹ بریلی یکم نومبر ۱۹۱۳ء میں شائع ہوئی جس میں وہ عالم موصوف ہی کی ایک تحریر کا حوالہ دے کر فرماتے ہیں جناب کی اس تحریر کے بعد اس مسئلہ کے مذہبی پہلو کے تحفظ سے ہم کو بالکل مطمئن ہو جانا چاہئے، اسی کی ابتدا میں ہے مسلمان پبلک نے بھی اُس فیصلہ کی نسبت ایسا اطمینان ظاہر کیا۔ اسی پر ایڈیٹر اخبار مذکور نے لکھا، مولانا قبلہ نے اپنی تحریر میں نہایت اچھی طرح ثابت کر دیا کہ مذہبی نقطۂ خیال سے شرائط تصفیہ نہایت مناسب ہیں روزانہ زمیندار ۱۵ ذی القعدہ ۱۳۳۱ھ نے لکھا خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ مسجد کے منہدم حصہ کا تصفیہ مسلمانوں کی منشا کے مطابق ہو گیا ہے، نیز لکھا وہ مسلمانوں کے لئے بالکل قابل اطمینان ہے، روہیلکھنڈ گزٹ کے پرچہ مذکورہ نے سکرٹری و نائب سکرٹری مسلم لیگ مرادآباد کی ایک مراسلت میں نقل کیا متشرع علمائے اسلام نے فقرہ پر کامل غور کر کے یہ فتویٰ دے دیا کہ شرعاً اس میں کوئی مضائقہ نہیں پھر بالخصوص عالم مذکور کا اطمینان دلانا لکھ کر کہا پس علمائے کرام کے اطمینان کے بعد مذہبی پہلو سے تصفیہ پر نکتہ چینی اور بے اطمینانی ظاہر کرنے کا کسی کو کوئی

حق نہیں۔ پھر نواب صاحب موصوف کی اسپیچ (SPEECH) سے نقل کیا ہمارے تمام اکابر قوم و علمائے کرام اس پر اظہار مسرت کر رہے ہیں۔ اس قسم کے مضامین اگر جمع کیے جائیں دو ورقوں میں آئیں۔ تمام اقطار ہند میں شہروں شہروں جو جو ریزولیوشن (RESOLUTION) اظہار مسرت و اطمینان کے پاس ہوئے روشنیاں ہوئیں اُن کے بیانوں سے اخباروں کے کالم گونج رہے ہیں ان تمام واقعات کو اُس سے کس قدر تناقض ہے کہ مسلمانوں کو اطمینان نہ ہوگا موقع موقع اس کے لئے کوشاں رہیں گے۔

(۸) جب عالم کا قول وہ ہے کہ یہ کارروائی خلاف احکام اسلامیہ ہے، اور اس عالم ہی کے اعتقاد پر افراد قوم اسے بالکل مطابق احکام اسلام سمجھتے اور وہ الفاظ شائع کر رہے ہیں جن کا خفیف نمونہ گزرا تو عالم کا اس پر سکوت، معلوم نہیں کیا معنی رکھتا ہے۔

(۹) اس سے بھی زیادہ تعجب خیز وہ الفاظ ہیں جو خود عالم کی طرف سے شائع کئے گئے ہیں تقریر مذکور نواب صاحب امروہہ میں ہے، ۱۹ اکتوبر کو جو تار جناب ممدوح نے خود میرے نام ارسال کیا ہے اس میں تصفیہ کانپور کی بابت حسب ذیل الفاظ تحریر فرماتے ہیں، میں معاملات کانپور کے تصفیہ کو پسند کرتا ہوں۔ تقریر مذکور اراکین مسلم لیگ مراد آباد میں عالم مذکور کی نسبت ہے، حضرت مولانا قبلہ نے اس فیصلے سے اطمینان بذریعہ اخبارات بیان کر دیا ہے۔ فیصلہ کو خلاف احکام اسلامیہ جاننا اور پھر اُسے پسند کرنا اُس پر اطمینان دلانا کیونکر جمع ہوا۔ اور اطمینان دلانا اور وہ بیان کہ اس پر اطمینان نہ ہوگا کس قدر متناقض ہیں۔

(۱۰) اوروں کی نقل و نسبت کو نہ دیکھئے، خود عالم کی تقریر جس کا عنوان یہ ہے: "مسجد کانپور کے فیصلہ پر ایک نظر" جو ہمدرد ۱۹ اکتوبر اور زمیندار ۲۱ ذی القعدہ میں شائع ہوئی اُس میں فرمایا ہے، یہ مجلس سرور ہے ہم کو نہایت مسرت سے یہ عرض کرنا ہے کہ مسلمانان ہند کو اطمینان اور دلجمعی نصیب ہوئی۔ اُسی میں ہے، اول کے تینوں دفعات حسب دلخواہ طے ہو گئے۔ اُسی میں ہے، ہمارے حسب دلخواہ مصالحت کرائی۔ اُسی میں ہے، کل کا واقعہ نہایت مسرت خیز ہے اور اسلامی تاریخ کے زریں ایام سے کل کا روز ہے۔ اُسی میں ہے، ہر طرح اسلام کا احترام قائم رکھا۔ للّٰہ الانصاف عوام ان لفظوں کو سُن کر کیوں نہ اطمینان کریں اور وہ بیانات و واقعات کہ محرم میں گزرے کیوں نہ صادر ہوں اور وہ وعدہ بے اطمینانی کہ حسب بیان سائل نفس مصالحت میں تھا کیوں نہ نسیاً منسیا ہو، گورنمنٹ نہ تو مسلمان ہے،

عہ پھر خدا جانے کون سی بات خلاف احکام اسلامیہ ہوئی ۱۲

نہ اسلامی شریعت کی عالم، جب عالم خود ہی خلاف احکام اسلامیہ کہہ کر پھر اسے حسب دلخواہ و موجب دلجمعی و اطمینان و نہایت مسرت خیز اور اسلامی تاریخ کا زریں دن کہے تو گورنمنٹ کا کیا قصور اور عوام پر کیا الزام۔

(۱۱) ان تمام صاف الفاظ سے گزر کیجئے تو عالم مذکور کا تار ۱۶ اکتوبر جو ہمدرد و دبدبہ سکندری ۲۰ اکتوبر وغیرہ میں شائع ہوا اس میں اولاً فرما کر یہ بات اگرچہ قابل تعریف نہیں ہے۔ اخیر میں یہی فرمایا ہے کہ یہ تصفیہ اصلی مفہوم کے لحاظ سے قابل اطمینان ہے۔ جب عالم کے نزدیک فیصلہ خلاف احکام اسلامیہ ہے تو احکام اسلامیہ سے بڑھ کر اور کون سا اصلی مفہوم ہے جس کے لحاظ سے قابل اطمینان ہے۔

(۱۲) بااین ہمہ عالم مذکور نے تحریر جمیع جزئیات میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا اس سعی بے سود کا انجام یہ کہ اس کارروائی کو جیسے بنے کشاں کشاں مطابق احکام اسلامیہ کر دکھائیں، بہرحال تصویر کے دونوں رخ تاریک ہیں نسأل اللہ العفو والعافیۃ (ہم اللہ تعالیٰ سے فضل و عافیت کا سوال کرتے ہیں۔ ت)

[ف: روایت امام محمد مطابق مذہب جمہور ہے] خط کہ اس سوال کے ساتھ یہاں بھیجا اس میں روایت سیدنا امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے اور یہ کہ اس عالم نے بضرورت اپنی رائے میں اسی کو اختیار کیا ہے کہ بحیلہ تحفظ مساجد جمعیت اتباع جمہور رہا ہے یہ سخت غلط فہمی ہے یہاں روایت امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہرگز خلاف جمہور نہیں وہ وہی فرما رہے ہیں جو جمہور ائمہ نے فرمایا ہے ان کی روایت میں ایک حرف بھی قول جمہور سے زائد نہیں، نہ ہرگز اس روایت خواہ کسی قول کسی روایت کا یہ مطلب ہے نہ ہو سکتا ہے کہ مسجد کے کسی حصہ کو سڑک میں ڈال لینا روا ہے یہ تمام ائمہ کے اجماع سے حرام قطعی و مناقض ارشاد خدا ہے۔ روایات ائمہ درکنار اقوال مشائخ مذہب بھی بنظر توفیق میں یہاں مختلف نہیں ہر ایک اپنے محل پر صحیح و بجا ہے اور بالفرض اختلاف ہے تو نہایت خفیف جو قطعی تحفظ کل ہر حصہ مسجد پر اجماع کے بعد صرف ایک زائد بات میں ہوا ہے جس سے حفظ جملہ اراضی مساجد پر معاذ اللہ کوئی اثر نہیں پڑ سکتا ہم بتوفیق اللہ تعالیٰ ان مباحث جلیلہ کو ایک مستقل فتوے میں رنگ ایضاح دیں گے۔

[ف: فقاہت کے کیا معنی ہیں] فقہ یہ نہیں کہ کسی جزئیہ کے متعلق کتاب سے عبارت نکال کر اس کا لفظی ترجمہ سمجھ لیا جائے، یوں تو ہر اعرابی ہر بدوی فقیہ ہوتا کہ ان کی مادری زبان عربی ہے بلکہ فقہ بعد ملاحظہ اصول مقررہ و ضوابط محررہ و وجوہ تکلم و طرق تفاہم و تنقیح مناط و لحاظ انضباط و مواضع یسر و احتیاط و تجنب تفریط و افراط و فرق روایات ظاہرہ و نادرہ و تمیز درایات غامضہ و ظاہرہ و منطوق و مفہوم و صریح و محتمل و قول بعض و جمہور و مرسل و معلل و وزن الفاظ مفتیین و سبر مراتب

ناقلین و عرف عام و خاص و عادات بلاد و اشخاص و حال زمان و مکان و احوال رعایا و سلطان و حفظ مصالح دین و دفع مفاسد مفسدین و علم وجوہ تجریح و اسباب ترجیح و مناہج توفیق و مدارک تطبیق و مسالک تخصیص و مناسک تقیید و مشارع قیود و شوارع مقصود و جمع کلام و نقد مرام فہم مراد کا نام ہے کہ تطلع تام و اطلاع عام و نظر دقیق و فکر عمیق و طول خدمت علما و ممارست فن و تیقظ وافی و ذہن صافی معتاد تحقیق مؤید بتوفیق کا کام ہے، اور حقیقۃً وہ نہیں مگر ایک نور کہ رب عزوجل بمحض کرم اپنے بندہ کے قلب میں القا فرماتا ہے۔

وما یلقٰھا الا الذین صبروا وما یلقٰھا الا ذو حظ عظیم[1] — اور یہ دولت نہیں ملتی مگر صابروں کو اور اسے نہیں پاتا مگر بڑے نصیب والا۔ (ت)

صدہا مسائل میں اضطراب شدید نظر آتا ہے کہ ناواقف دیکھ کر گھبرا جاتا ہے مگر صاحب توفیق جب ان میں نظر کو جولان دیتا اور دامن ائمۂ کرام مضبوط تھام کر راہ تنقیح لیتا ہے توفیق ربانی ایک سررشتہ اس کے ہاتھ رکھتی ہے جو ایک سچا سانچا ہو جاتا ہے کہ ہر فرع خود بخود اپنے محل پر ڈھلتی ہے اور تمام تخالف کی بدلیاں چھٹ کر اصل مراد کی صاف شفاف چاندنی نکلتی ہے اس وقت کھل جاتا ہے کہ اقوال کس قدر مختلف نظر آتے تھے حقیقۃً سب ایک ہی بات فرماتے تھے الحمد للہ فتاوٰی فقیر میں اس کی بکثرت نظیریں ملیں گی وللہ الحمد تحدیثا بنعمۃ اللہ وما توفیقی الا باللہ وصلی اللہ تعالٰی علی من امدنا بعونہ وایدنا بنعمہ وعلی الہ وصحبہ وبارک وسلم آمین والحمد للہ رب العٰلمین۔

(۱۳) [ت: اس مصالحت کی تین نظیریں] کیا کوئی ہندو روا رکھے گا کہ اس کا شوالہ توڑ کر سڑک کر دیا جائے جس پر عام مسلمان اور گوشت کے ٹکڑے لے کر قصاب گزرا کریں اور اس پر ایک چھجا یا چھتا بنے وہ ہندو کے قبضے میں رہے کیا وہ اسے زمین شوالہ پر اپنا قبضہ سمجھے گا کیا وہ اس کارروائی کو حسب دلخواہ موجب اطمینان اور اس دن کو نہایت مسرت خیز اور ہندو دھرم کی تاریخ کا زریں دن اور ہر طرح اس کا احترام قائم رکھنا کہے گا لیکن ایک اسلامی عالم نے مسجد کے ساتھ یہ کارروائی کی اور اس کی نسبت ان تمام الفاظ سے مدح سرائی کی فاعتبروا یا اولی الابصار۔

(۱۴) کیا اگر شوالہ کے ساتھ مسلمان ایسا کرتے تو گورنمنٹ ان پر مداخلت مذہبی اور توہین مذہب کا جرم قائم نہ کرتی ضرور کرتی۔ کیا گورنمنٹ اپنے لئے مذہبی دست اندازی و توہین مذہب جائز رکھتی ہے

---

[1] القرآن الکریم ۴۱/ ۳۵

ہرگز نہیں، مگر جب اسلامی عالم ہی اُسے نہایت مسرت خیز اور زریں دن اور احترام اسلام کا پورا قیام کہے تو گورنمنٹ کی کیا خطا ہے۔

(۱۵) کیا اگر عالم کے مکان سکونت کے ساتھ یہ طریقہ برتا جائے کہ مکان کھود کر مسلمان یا ہندو مشرک یا دنگل بنائیں اور اُس پر چھت پاٹ کر ہوادار حجرہ کے عالم کے بیٹھنے کو دیں تو عالم اُن ہندو یا مسلمانوں پر نالشی نہ ہوگا کیا وہ اسے زمین مکان پر اپنا قبضہ قائم رہنا سمجھے گا کیا وہ اسے اپنے حق میں دست اندازی تعدی نہ کہے گا۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

(۱۶) اور مصالحت میں دوسری بات یہ بتائی گئی ہے کہ کسی کو قیدیوں سے معافی مانگنے کی حاجت نہ ہو یہ امر ثابت نہ ہو کہ یہ لوگ مجرم تھے۔ لیکن اس مصالحت کے بعد جو ایڈریس پیش ہوا، اُس کے لفظ یہ ہیں: ہم ان لوگوں کی کارروائی کو ملامت اور نفرت کی نظر سے دیکھتے ہیں جنہوں نے قانون کی خلاف ورزی کی۔ اگر قانون کی خلاف ورزی کرنے والا قانونی مجرم نہیں تو اور کون ہے۔ پھر گورنمنٹ کا جواب روزانہ ہمدرد ۱۹ اکتوبر میں یہ ہے: اب میں ان لوگوں کی نسبت کچھ کہنا چاہتا ہوں جنہوں نے ۳ اگست کو بلوہ کا ارتکاب کیا۔ اُسی میں ہے، گورنمنٹ کا فرض تھا کہ قیدیوں پر مقدمہ چلائے اور انہیں سزا دے مگر وہ کافی سزا بھگت چکے ہیں۔ اُسی میں ہے، میں ان لوگوں پر بڑی رحم کرتا ہوں جنہوں نے بلوے کی اشتعالک دی اور اس طرح سے اُس نقصان رسانی کے مرتکب ہوئے جو اب تک ہو چکا ہے اور اس لئے کسی خاص سلوک کے مستحق نہیں رہے۔ تو ضرور مجرم و سزاوار سزا ٹھہرا کافی سزا بھگت کر رحم کئے گئے نہ یہ کہ اُن کو مجرم قرار ہی نہ دیا جائے۔

(۱۷) [ف ۔ مصالحت مسجد سے دست برداری پر کی] اور مصالحت میں تیسری بات یہ ہے، گورنمنٹ مقدمات اٹھانے مسلمان مرد کے لئے کوشاں رہیں گے البتہ مقدمات دیگر امور کے متعلق کچھ نہ کریں گے۔ اس کا حاصل طرفین سے ترک مقدمات ہے مگر مسلمانوں کے لئے دعوی مسجد کا استثنا۔ یہاں دو قسم کے دعوے تھے۔ دعوی دیوانی دربارۂ زمین مسجد کہ مسلمان کرتے دعوی فوجداری دربارۂ بلوی کہ گورنمنٹ کی طرف سے دائر تھا مسلمانوں کو دعوی دوم میں اپنی ہی جان چھڑانی پڑی تھی نہ کہ وہ اُلٹے اس میں مدعی بنتے، تو ادھر سے نہ تھا مگر دعوی مسجد اور مصالحت میں ضرور طرفین سے ترک مقدمات قرار پایا تو حاصل مصالحت صرف اتنا نکلا کہ گورنمنٹ قیدیوں کو چھوڑ دے مسلمان مسجد چھوڑتے ہیں، اس سے زیادہ محض الفاظ ہیں کہ یا تو تخیلہ سے باہر ہی نہ آئے یا زبان تک آکر نامعقول رہے، بہرحال ان کو یہ نہیں کہہ سکتے کہ ان پر مصالحت کی، ولہذا بعد کی عملی کارروائیاں اطمینان کے جوش اور خود عالم کی تقریریں جن کا

بیان اُوپر گزرا سب استثنائے مذکور کی غلطی پر دلیل ہیں۔ جا نُس پر صلح ہوئی ہوتی تو یہی مجلس مؤید الاسلام کا جلسہ خالص مسرت اور نہایت مسرت کا جلسہ نہ ہوتا بلکہ مسرت ماتم آمیز کا ایک آنکھ ہنستی تو ایک روتی، یہ نہ کہا جاتا کہ مسلمانانِ ہند کو اطمینان اور دلجمعی نصیب ہوئی۔ بلکہ یوں کہا جاتا کہ مسلمانو! فرع میں تمھاری فتح ہوئی اور اصل ہنوز باقی ہے اُٹھو اور اُس کے لئے انتہائی جانز کوششیں کرو۔

(۱۸) نیز اس کے غلط ہونے کی ایک کافی دلیل وہ ہے جو ہمارے سائل فاضل نے جواب استفتاء سوم میں لکھا کہ گورنمنٹ نے قیدیوں کو بلا مقابلہ کسی امر کے چھوڑنا نہ چاہا بلکہ اس کو مشروط کیا کہ مسلمان آئندہ مقدمات نہ چلائیں۔ دیکھئے اس میں استثناء نہیں۔

(۱۹) آگے گورنمنٹ کی دوسری شرط بتائی کہ مسلمان مسجد کی زمین پر بعینہٖ اُسی طریقہ کی عمارت نہ تعمیر کریں۔ یہاں نفی استثناء ہو گئی اگر مسلمانوں کو دعوی زمین کی اجازت رہتی اور ضرور ممکن کہ وہ ڈگری پاتے تو بعینہٖ اسی طریقے کی عمارت بنانے سے کیوں ممنوع ہوتے اس کے صاف یہی معنی ہیں کہ ایسی عمارت بنالو جس کی چھت سے کام ہو اور زمین پر دعوی نہ کرو۔

(۲۰) [ف د گورنمنٹ نے اسلام کو فائدہ دینا چاہا مگر مصالحت والوں نے روک دیا] جواب ایڈریس میں ہے مجھے پورے طور پر بھروسا ہے کہ مسئلہ مسجد کا جو حل میں نے کیا ہے اس سے ہندوستان کی تمام مسلمان آبادی مطمئن ہو جائے گی۔ گورنمنٹ کے یہ الفاظ اور صلح میں اُس قرارداد کا بیان کہ مسلمانوں کا اطمینان نہ ہوگا۔ دونوں ملاکر دیکھئے صاف کھل جائے گا کہ وہ استثناء نہاں خانہ خیال ہی میں تھا، یا کہا اور منظور نہ ہوا لاجرم تمام زوائد چھنٹ کر اصل بات نکل آئی جتنے پر عالم نے مصالحت ٹھہرائی کہ گورنمنٹ ہمارے آدمی چھوڑ دے ہم نے مسجد چھوڑ دی یہ وہی دل کی کمزوری اور دہلی کے بم کا تجربہ دیکھ کر بھی گورنمنٹ پر ضد اور جبر کی بدگمانی سے ناشئی ہوا حالانکہ یہ بالکل وسوسہ تھا گورنمنٹ دونوں باتوں میں مسلمانوں کے صاف موافق تھی قیدیوں کی رہائی کے لئے جواب ایڈریس کے وہ لفظ دیکھئے: میں خاص شملہ سے اس غرض سے آیا ہوں تاکہ آپ کے واسطے پیغام امن لاؤں۔ آخر میں مکرر ہے: میں کانپور اسی لئے آیا ہوں تاکہ پیغام امن لاؤں۔ اور مسئلہ اخترام مذہبی کے لئے وہ قیمتی الفاظ پڑھئے: میرے لئے یہ بالکل غیر ضروری ہے کہ جو یقین میں نے کونسل کے اجلاس میں اس بارے میں دلائے ہیں کہ رعایا کے مذہبی عقائد کے متعلق گورنمنٹ کی پالیسی میں کوئی تغیر نہ ہوگا اس کو دہراؤں اس لئے کہ آپ سب لوگ جانتے ہیں کہ یہ ایک قطعی بات ہے۔ یہ لفظ تو عام آزادی مذہبی کے متعلق تھے اور خاص مسئلہ مساجد کے متعلق سُنئے: ممکن ہے کہ سڑکوں ریل نہروں کی تعمیر مذہبی عمارتوں کے ساتھ ٹکرائے لیکن آپ کو یقین رکھنا چاہئے کہ گورنمنٹ

کافی توجہ سے تمام مطالبات پر غور کرے گی اور ہمیشہ کوشش یہ ہوگی کہ مسئلہ متنازعہ اس طور حل کرے جو تمام اشخاص متعلقہ کے لئے قابل اطمینان ہو۔ ایسی صورت میں صرف امر اول سے فائدہ لینا اور امر دوم کہ وہی اصل مرام و خاص مسئلہ احترام اسلام تھا، یوں چھوڑ دینا کیونکر صواب ہو سکتا ہے، فنسأل اللہ العفو والعافیۃ۔

جواب استفسار دوم پر نظر

(۲۱) استفسار تو یہ تھا کہ جس امر پر صلح ہوئی وہ کس کی تجویز تھا۔ اس کا یہ جواب کیا ہوا کہ گورنمنٹ نے خود مصالحت کی خواہش کی اسی امر پر کہ مقدمات اور دعاوی کے بارے میں کوئی سمجھوتا ہو جائے، کس سے پوچھا تھا کہ خواہش صلح کدھر سے ہوئی اس سمجھوتے ہی کو پوچھا تھا کہ کس کی رائے کا ایجاد تھا اس کا کچھ جواب نہ ہوا۔

(۲۲) [ف: فیصلہ کانپور پر ایک نظر کا رد بلیغ] سائل فاضل نے اگرچہ جواب استفسار نہ دیا مگر خود عالم کی تقریر کہ بعنوان "فیصلہ کانپور پر ایک نظر" ہمدرد وغیرہ میں چھپی وہ اس کے جواب کی کفیل ہے اُس میں صاف اعتراف ہے کہ چھت بنا کر اس پر قبضہ ملنے اور زینے مسجد پر سڑک چلنے کی تجویز خود عالم نے اپنی طرف سے پیش کی وہی منظور ہوئی اس تجویز کا حال اوپر معلوم ہو چکا، اور یہ بھی کہ خود عالم کو اس کا خلاف احکام اسلامیہ ہونا مسلّم ہے مگر عالم کی تقریر مذکور اس تجویز کی حالت اور بھی واضح کرتی ہے۔

[ف: عالم کی پہلی تدبیر نامنظور شدہ اور اس کا صریح باطل و خلاف شرع ہونا] تقریر کا خلاصہ یہ ہے کہ عالم نے پہلے تو یہ تدبیر نکالی کہ اس زمین کو مسجد کا عمر بنا دیں اور اس کے لئے مسجد کا دروازہ اس طرف نکالیں کہ اصل عمر مسلمانوں کے لئے ہو پھر حسب ضرورت کوئی دوسرا بھی اس طرف سے آس طرف گزر جائے تو ہم اس کو مانع نہیں ضرورت کے وقت اجازت ہو سکتی ہے بشرطیکہ احترام اس جزو کا مثل احترام دیگر اجزائے مسجد کے قائم رہے، اور غالباً اسی تحفظ و احترام کے لئے یہ چاہا تھا کہ اس حصہ زمین کو سڑک سے مرتفع بنایا جائے یعنی تاکہ پیدل کے سوا اوروں کا گزر نہ ہو۔ اس تدبیر میں عالم کی نظر اس مسئلہ پر تھی کہ راستہ جب پیدل پر تنگی کرے تو بضرورت مسجد میں ہو کر لوگ ادھر سے ادھر گزر سکتے ہیں یوں کہ مسجد بحال خود برقرار رہے اس میں کوئی فرق اصلاً نہ آئے ولہذا شرط ہے کہ یہ مسجد میں ہو کر نکل جانے والے جنب و حائض و نفساء نہ ہوں نہ اس میں جانور لیجائیں کہ مسجد میں ان کا جانا اور ان کا لے جانا حرام ہے۔

[ف: مسئلہ ممر فی المسجد کی جلیل تحقیق اور یہ کہ وہ سلطنت اسلامیہ کے ساتھ خاص ہے] اقول

یہ گزرا مسائلِ مسلمانوں کے لئے ہے کہ مسجدوں سے کافروں کو کیا علاقہ،

الا ترى الى تعليلهم بانهما للمسلمين[1] كما فى الدر المختار وغيره من معتمدات الاسفار.

ان کا یہ علت بیان کرنا آپ نے نہ دیکھا کہ یہ مسلمانوں کے لئے ہے، جیسا کہ درمختار وغیرہ معتبر کتب میں ہے (ت)

مگر جبکہ راستہ پیدل پر تنگ ہے اور گزر کی حاجت کافر کو بھی ہے اور کافر ذمی بلکہ مستامن بھی تابع مسلم ہے تو بالتبع ضمناً اسے بھی منع نہ کریں گے۔

وكم من شيئ يثبت ضمنا ولا يثبت قصدا وهذا معنى قول العلماء حتى الكافر[2] فظهر الجواب عما اعترض به العلامة الطحطاوى على جعله غاية[3] ولله الحمد ولا حاجة الى ما اجاب به العلامة الشامى ولله الحمد وظهر الجواب عما ظن العلامة شيخى زاده فى مجمع الانهر من التعارض بين تعليلهم بان كليهما للمسلمين وبين قولهم حتى الكافر[4] ولله الحمد.

کئی چیزیں ضمناً ثابت ہوتی اور قصداً ثابت نہیں ہوتیں اور علماء کے قول (حتی الکافر) حتی کہ کافر کا یہی معنی ہے تو علامہ طحطاوی نے اس کو غایت قرار دے کر جو اعتراض کیا ہے اس سے اس کا جواب ظاہر ہوگیا، وللہ الحمد، اور علامہ شامی نے جو جواب دیا اس کی بھی حاجت نہ رہی وللہ الحمد، یونہی اس سے علامہ شیخی زادہ نے مجمع الانہر میں اپنے خیال سے فقہاء کرام کی تعلیل کہ دونوں مسلمانوں کے لئے، اور فقہاء کرام کے قول "حتی الکافر" میں جو تعارض سمجھا اس کا جواب بھی ظاہر ہوگیا وللہ الحمد (ت)

مسئلہ تو یہاں تک بجا و صحیح یا کم از کم ایک قول پر ٹھیک تھا مگر رقیمہ سے اسے متعلق سمجھنے میں ایک دو نہیں بکثرت خطائیں ہوئیں جن میں تین خود عالم کے تین لفظوں سے ظاہر و مبین (۱) ضمناً (۲) احترام (۳) ضرورت ظاہر ہے کہ اگر یہ صورت ہوتی تو **اوّلاً** کفار کا گزر ہرگز ضمناً نہ ہوتا بلکہ اصالۃً جس کا انکار صریح مکابرہ ہے اور وہ نہ صرف اس عالم کے اقرار بلکہ یقیناً مراد علماء کے خلاف ہے، زمانۂ ائمہ میں مساجد تو مساجد دارالاسلام کی سڑک یا افتادہ زمین ہی پر چلنے والا کافر نہ ہوتا مگر ذمی کہ مطیع اسلام ہے یا مستامن کہ سلطان اسلام سے پناہ لے کر داخل ہوا، اور یہ دونوں تابع اسلام ہیں، آخر نہ دیکھا کہ انہیں عبارات میں علماء نے مساجد کی طرح مطلق راستوں کو بھی مسلمانوں کے لئے بتایا کہ اور ہیں تو ضمنی و تابع ہیں۔

---

[1] و [2] درمختار، کتاب الوقف ۱/۳۸۲ [3] طحطاوی علی الدر المختار کتاب الوقف دار المعرفۃ بیروت ۲/۵۴۳

[4] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر کتاب الوقف فصل اذا بنی مسجدًا دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۷۴۶

ثانیاً یہاں احترام ناممکن تھا جنب وحائض کی ممانعت پر اصلاً اختیار نہ ہوتا خصوصاً کفار کو اجازت ہوکر اور اس ممانعت کو مسلمانوں کے ساتھ مخصوص کرنا محض ظلم ہے، صحیح یہ ہے کہ کفار بھی مکلف بالفروع ہیں۔ قال اللہ تعالٰی :

یتساءلون عن المجرمین ○ ما سلککم فی سقر ○ قالوا لم نک من المصلین ○ ولم نک نطعم المسکین ○ وکنا نخوض من الخائضین ○ وکنا نکذب بیوم الدین ○[1]	پوچھتے ہیں مجرموں سے تمہیں کیا بات دوزخ میں لے گئی، وہ بولے ہم نماز نہ پڑھتے تھے اور مسکین کو کھانا نہ دیتے تھے اور بیہودہ فکر والوں کے ساتھ بیہودہ فکریں کرتے تھے اور ہم انصاف کے دن کو جھٹلاتے رہے (ت)

اور بالفرض وہ مکلف بالفروع نہ سہی ہم تو مکلف ہیں بحالِ جنابت وحیض مسجد میں جانا ضرور بیت اللہ کی بیحرمتی اور دربارِ ملک الملوک عزجلالہ کی بے ادبی ہے تو ہمیں کیونکر روا ہوا کہ ایسی شنیع تجویز خود پیش کریں اور بیت اللہ کی حرمت پامال کرائیں، جانور تو بالاجماع مکلف نہیں، کیا مسلمان کو روا ہے کہ کتے یا سور بلکہ ناسمجھ بچے یا مجنون کو مسجد میں چلا جانے دے اور حیلہ یہ سمجھا دے کہ وہ تو مکلف ہی نہیں حاشا حفظِ مسجد پر یہ تو مکلف ہے اور ترکِ منع اس کا گناہ ہے کہ بے ادبی مسجد پر راضی ہوا یا کم از کم ساکت رہا، حدیث میں ارشاد ہوا :

جنّبوا مساجدکم صبیانکم و مجانینکم[2] رواہ ابن ماجۃ وعبد الرزاق عن واثلۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	اپنی مسجدوں کو بچوں اور دیوانوں سے بچاؤ۔ (اسے ابن ماجہ اور عبدالرزاق نے واثلہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

جب احتمالِ بے ادبی پر غیر مکلفوں کو نہ روکنا خلافِ حکمِ حدیث ہے تو مساجد کو بیحرمتی یقینی کے لئے خود پیش کرنا کس درجہ جرم شنیع وخبیث ہے۔

ثالثاً اس میں جانوروں کا نہ جانا بھی ہرگز نہ ہوتا اگرچہ کہہ دیا جاتا کہ یہ پیدل کے لئے ہے، معہود ومعروف یہ ہے کہ پختہ سڑک جسے گولا کہتے ہیں اصالۃً صرف بگھیوں ٹمٹموں کے لئے بنتی ہے اور اس کے پہلوؤں پر جو راہ پیادوں کے لئے چھوڑی جاتی ہے بیل گاڑیوں، چھکڑوں، گائے بیلوں گدھوں

---

[1] القرآن الکریم ۷۴ / ۴۰ تا ۴۶

[2] سنن ابن ماجہ ابواب المساجد باب مایکرہ فی المساجد ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۵۵

کے لئے وہی ہوتی ہے، ولہذا ان میں سے جو چیز سڑک پر چل رہی ہے اور کوئی بھی آجائے تو ان سب کو اُسی پیادہ کی راہ میں چلنا ہوتا ہے ان کا استحقاق اسی میں سمجھا جاتا ہے اور محروف مثل مشروط ہے تو پیدل کے لئے کہنے کے یہ معنی ہیں کہ گھوڑا گاڑی کے سوا سب کے لئے ہے، آخر نہ دیکھی کہ جب آپ نے اُس زمین کو سڑک سے کچھ مرتفع رکھنا چاہا یہ منظور نہ ہوا کہ اس میں گاڑیوں کی ممانعت تھی اور چھت آٹھ فٹ بلند ٹھہری کہ پیادہ کی حاجت سے بہت زائد ہے، لطف یہ کہ آپ اب بھی اُسے زیرِ مسئلہ مذکورہ لانا چاہتے ہیں فاعتبروا یااولی الابصار۔

رابعًا بغرضِ غلط اگر ممانعت ہوتی تو سواریوں کے لئے مگر گائے، بکری، بھیڑ کے گلے کو ڑے اونٹوں کے گدھے نہ سوار ہیں نہ سواری یہ قطعًا پیادہ ہی میں شامل رہتے۔

خامسًا یہی نہ سہی پیادہ گوروں اور جنٹلمینوں کے کتوں کا استثناء کیونکر ممکن تھا وہ تو خود پیادہ ہیں اور یہ ان کے دم کے ساتھ۔

سادسًا جانے دو بھنگنیں کہ ٹوکرے لئے نکلتی ہیں وہ تو ہر طرح پیادہ آدمی ہیں اُن کی ممانعت کس گھر سے آئی۔ تو آفتاب سے زیادہ روشن کہ یہ مسئلہ صرف اسلامی سلطنت کے ساتھ خاص ہے جہاں کفار تابع مسلمین ہوتے ہیں اور جہاں ہر طرح ہم احترامِ مساجد قائم رکھنے پر قادر ہیں غیر اسلامی عملداری میں اس کا اجرا خود اصل مسئلہ کا ابطال اور مسجدوں کی صریح بےحرمتی و ابتذال ہے۔

سابعًا یہاں ایک نکتہ جلیلہ دقیقہ اور ہے جس پر مطلع نہیں ہوتے مگر اہلِ توفیق وما یعقلھا الا العٰلمون[1] (اور انھیں نہیں سمجھتے مگر علم والے۔ ت) وہ یہ کہ مسجد میں کسی امر کا جواز اور بات ہے اور اُس کا استحقاق اور۔ صورتِ مذکورہ علماء میں حکمِ جواز ہے نہ حکمِ استحقاق کہ مساجد تو جمیع حقوقِ عباد سے ہمیشہ کے لئے منزہ ہیں، قال اللہ تعالٰی وان المسٰجد للّٰہ[2] (اللہ تعالٰی نے فرمایا، اور یہ کہ مسجدیں اللہ ہی کی ہیں۔ ت)، تو حکم صرف سلطنتِ اسلامیہ ہی میں چل سکتا ہے غیر اسلامی سلطنت میں جو ٹھہرایا جائیگا ضرور اس میں کفار خصوصًا حکام کا مرور بطورِ دعوٰی و استحقاق ہوگا اور یہ قطعی ابطالِ مسجدیت و ہتک حرمتِ اسلام و خلافِ کلامِ ذی الجلال والاکرام ہے اگرچہ بغرضِ محال ہر طرح کا احترام قائم ہی رہے تو سلطنتِ غیر اسلامیہ کے لئے یہ مسئلہ قرار دینا صریح جہل و ظلمِ عظیم ہے انھیں سات وجوہ پر نظر کرنے سے واضح ہوسکتا ہے کہ متن الٰی فی علی کا ترجمہ جان لینا فقاہت نہیں فقاہت چیزے دیگر ست۔

---

[1] القرآن الکریم ۲۹/ ۴۳

[2] القرآن الکریم ۷۲/ ۱۸

این سعادت بزور بازو نیست　　تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

(یہ سعادت زور بازو سے حاصل نہیں ہوتی جب تک عطا فرمانے والا عطا نہ فرمائے)

ثامنؑ [ف، ضرورت کی بحث] رہی ضرورت تنگی۔ اس کا حال ظاہر ہے کہ پہلی تو پیدل گاڑیوں کے لئے وسیع سڑک موجود ہے، علماء نے یہاں یہی ضرورت تحریر فرمائی ہے اور یہی حکم جواز فی نفسہ کا کفیل ہے ضرورت اکراہ شرعی نہ یہاں متحقق نہ اس میں یہ صورت صادق۔ اس سے جواز شئے فی نفسہ نہیں ہوتا رفع اثم ہوتا ہے۔ وہ بھی صرف مکرہ سے، وہ بھی صرف وقت اکراہ، وہ بھی صرف اتنی بات پر جس پر اکراہ ہوا۔ اگر بعض اوہام کے لئے چلے تو یہی شمار، وہذا لو کہ اس وقت ان مباحث جلیلہ کی تفصیل کر دی جائے گی جس سے روشن ہو گا کہ یہاں ادعائے ضرورت اکراہ کیسا جہل شدید تھا، بالجملہ یہ تدبیر بھی محض باطل و ناصواب تھی اور اتنا خود عالم کو اسی تقریر میں اقرار ہے کہ بہایت تنزل اور بقول ضعیف اور مخلص کے طور پر صورت مجوزہ ہے بہر حال وہ بھی مجبوروں نے منظور نہ کی اس وقت عالم نے یہ دوسری تجویز نکالی جس پر تصفیہ ہوا کہ چھتا مسجد اور زمین سڑک۔ تقریر مذکور میں ہے: "آج گفتگو میں تمام وقت صرف ہو گیا مصالحت کی امید منقطع ہو گئی اس وقت میں نے یہ صورت پیش کی کہ سردست ہم کو دالان کی چھت پر قبضہ دے دیں کہ ہم بنا لیں۔ اس کے بعد ایک فقرہ دھوکا دینے والا ہے کہ اور زمین بھی دے دیں اس کو بھی ہم ہی بنائیں حسب قد مدیر ... تمام قانون کے واسطے عام ہے۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ زمین ہم کو واپس مل جائے ہم اس پر پہلی سی عمارت بنا لیں، اس سے آسان تر کہ تدبیر اول میں تھا وہ تو ممبر نے مانا نہیں اس کے بعد اس کے کہنے کی کیا گنجائش ہوتی اور کہا جاتا تو مانا کیوں جاتا اور یہ کہا گیا جو مانا گیا کہ اس کی نسبت تقریر مذکور میں ہے، "غرضکہ تینوں دفعات حسب دلخواہ طے ہو گئے پھر باربلی گورنمنٹ اور پارلیمنٹ کا ذکر کر کے کہا، اس کے بعد والی تجویز دی روزہ تینوں مقاصد ہمارے حاصل ہو گئے۔

یعنی جواب ایڈریس ان کے مطابق تو زمین دے دیں اس کو بھی ہم ہی بنائیں کے وہ معنی ہیں جو جواب ایڈریس میں ہے کہ متولیوں کو ایک چھت دار محراب بنا لینی چاہیے اور ان عمارات کے نیچے ہی ایک محراب تعمیر کر لینی چاہیے جو میونسپل بورڈ کی مجوزہ تجاویز کے عین مطابق ہے۔ غرض تجویز پیش کردہ عالم کا یہ حاصل تھا کہ ہم کو ایک چھتا بنا لینے دیا جائے جو مسجد ٹھہر کر ہمارے قبضہ میں رہے اور اس کے نیچے سڑک چلے اور یہ سعادت بھی ہمیں کو بخشی جائے کہ عین مسجد پر یہ سڑک ہم ہی تعمیر کریں جو بلدیہ تجویز چکی ہے۔

[ف، تجویز دوم کی شناعتیں] اس تجویز کا حال خود مجوز کا قال بتا رہا ہے "تدبیر اول کہ نامنظور ہوئی اسے نہایت تنزل بتایا تھا اور نہایت کے بعد کوئی درجہ باقی نہیں رہتا تو یہ تجویز کہ اس سے بدرجہا گری ہوئی ہے کسی تنزل پر بھی دائرہ حکم شرعی میں نہیں آ سکتی بلکہ حکم کی صریح تبدیل ناقابل تاویل ہے۔

تدبیر اول کو بقول ضعیف کہا تھا تو اس کے لئے کوئی ضعیف روایت بھی نہیں محض باطل و ایجاد بندہ ہے تدبیر اول کو مخلص کے طور پر کہا تھا تو یہ مخلص بھی نہیں بلکہ محبس ہے یعنی مسجد کو جنگ حرمت کے لئے پھنسانا۔ اور تقریر میں اقرار ہے کہ میں نے یہ صورت پیش کی۔ یہاں ہمارے استفسار دوم کا جواب کھلا، ایسی باطل و حرام ہتک اسلام صورت اگر ادھر سے پیش ہوتی اور عالم بلا جبر و اکراہ تام اُسے تسلیم کر لیتا تو شرعاً سخت کبیرہ عظیم شدیدہ کا مرتکب تھا نہ کہ خود اپنی تجویز سے ایسی صورت نکالنا اور اُسے پیش کرنا اُس پر منظوری لینا اس کی شناعت کا کیا اندازہ ہو۔ فنسأل اللہ العفو والعافیۃ۔

(۲۳) پھر یہ نہیں کہ عالم نے اُس وقت کم علمی یا نافہمی سے اس صورت کا باطل و خلاف شرع ہونا نہ سمجھا ہو ناداتی سے اُس وقت مجوزہ ہو بیٹھا نہیں نہیں بلکہ اُس وقت بھی حکم شرعی معلوم تھا تقریر مذکور میں اس تجویز کے پیش کرنے سے پہلے کا بیان ہے کہ مسجد کے دیکھے اور وہاں کے احوال سننے سے تسلیم کر لینا پڑا کہ جزو متنازعہ جزو مسجد ہے اس کے بعد بھی مخلص نکالنا سخت دشوار ہو گیا میں ہرگز کسی طرح یہ نہیں کہہ سکتا کہ مسلمانوں کو کسی جزو مسجد کو کسی دوسرے مصرف میں لانا جائز ہے تو دیدہ و دانستہ ارتکاب ہوا۔

(۲۴) پھر یہی نہیں کہ اُسے صرف اتنا ہی درجہ کا اعادہ جانا ہو بلکہ وہیں تقریر یہ ہے کہ میں یقین کرتا ہوں کہ اس جزو کو اصل مسئلہ سے زیادہ اس کے طرز انہدام نے عام کر دیا اور یہ واقعہ ہائلہ ۳ اگست نے تو احترام اسلام کا سوال پیدا کر دیا اور شعائر اسلام کے ہتک ہونے میں کسی کو بھی شبہہ نہ رہا۔ یارب یہاں تک جان کر پھر ہتک اسلام کی آپ تجویز پیش کرنے کو کیا سمجھا چاہیے فانا للہ وانا الیہ راجعون اس قول عالم کے معنی یہ ہیں کہ ہتک حرمت مسجد ضرور ہتک شعائر اسلام ہے خصوصاً غیر مسلم سے خصوصاً بحکومت کہ اس کا ہتک حرمت اسلام ہونا خود ہی واضح تر ہے جسے واقعہ ۳ اگست نے سب پر ظاہر کر دیا۔ اس عبارت عالم کا یہ مطلب ہے ورنہ اگر عالم کے نزدیک اصل معاملہ میں ہتک حرمت اسلام نہ تھی تو واقعہ ۳ اگست کہ محض رہنائے قانون شکنی تھا اسے ہتک حرمت اسلام نہ کر دیتا۔ خانہ جنگی وغیرہ میں کتنے مسلمان ماخوذ و سزایاب ہوتے ہیں اُسے کوئی ہتک حرمت اسلام نہیں سمجھتا کہ اصل معاملہ حرمت اسلام کا نہ تھا۔ عالم کا یہ قول یاد رکھنا چاہیے کہ خود اس کے منہ اُس کی کارروائی کا حاصل کھلتا ہے۔ فنسأل اللہ العفو والعافیۃ۔

(۲۵) پھر یہ نہیں کہ عالم اُس وقت حالت اکراہ میں ہو کہ الا من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان[1] (مگر جو مجبور کیا جائے اور اس کا دل ایمان پر جما ہوا ہو۔ ت) سے فائدہ لے سکے وہ ابھی ابھی تدبیر اول پیش کر کے زیادہ کے لئے صاف جواب دے چکا تھا تقریر مذکور میں ہے، میں نے صاف صاف کہہ دیا کہ احکام مذہبی میں کوئی

---

[1] القرآن الکریم ۱۶/ ۱۰۶

کچھ دخل نہیں دے سکتا حقیقۃً جس طرح وہ حصہ لیا گیا ہے اسی طرح واپس کیا جائے بہایت تنزل صورت مجوزہ ہے اگر اس پر بھی رضامندی نہیں ہوتی پھر حکام کو اختیار ہے میں اس سے زیادہ کچھ نہیں کر سکتا ہوں۔ عالم کی اس تقریر کو ہمارے سائل فاضل نے جواب استفسار ہفتم میں یوں بیان کیا: گفتگو کے اثنا میں اس نے صاف کہہ دیا کہ میرا کام مسئلہ بتادینے کا ہے خدا کے گھر کا معاملہ ہے میرا گھر نہیں ہے جس طرح وہ چاہے اور اس کا علم ہونا چاہئے نہ کہ جس طرح میں یا آپ چاہیں علماء کو جمع کرنا چاہئے مسلمانوں کو جس سے اطمینان ہو وہ کرنا چاہئے۔ یہ تمام کلمات حق تھے انھیں کہہ کر پھر حق سے ایسے شدید ناحق کی طرف عدول کیوں ہوا۔ مجبر اگر مانتے اتنے ہی پر ختم کرنا فرض تھا نہ عالم پر الزام رہتا نہ معاملہ میں یہ سخت پیچ پڑتا، مگر مشیت آڑے آئی اور عالم سے جو نہ ہونا تھا ہوا، ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

(۲۶) پھر اس سے بھی اشد ظلم یہ کہ اس حرام شرعی کو حسب دلخواہ اور نہایت مسرت خیز و موجب اطمینان و دلجمعی مسلمانان اور مسئلہ شرعیہ کی صورت سے بھی بہتر اور اس کے دن کو اسلامی تاریخ کا زریں دن کہا گیا اور خود شعار اسلام کا ہتک بتا کر بقائے احترام اسلام کہا یہ باتیں بہت سخت تر ہیں فنسأل اللہ العفو والعافیۃ۔

(۲۷) پھر اس کا یہ شدید ضرر قاصر نہ رہا بلکہ عام عوام مسلمین تک متعدی ہوا انھوں نے اس عالم ہی کے بھروسے حرام کو حلال، ماتم کو مسرت، ہتک حرمت اسلام کو اسلام کا احترام سمجھا۔

(۲۸) ان وجوہ نے معاملہ کی گتھی بہت کڑی کر دی اور اس نرے زبانی بیان کو کہ مسلمانوں کو اطمینان ہوگا موقع موقع کو شاں رہیں گے کہ محض برائے گفتن تھا حرف غلط کر دیا مریض جب مرض کو شفا سمجھے پھر اس کا علاج جنون ہے۔

(۲۹) پھر اتنے ہی پر بس نہیں بلکہ وہ ہمیشہ کے لئے نظیر ہو گیا اسلامی عالم جیسے قومی لیڈر اور گویا تمام مسلمانان ہند کا وکیل سمجھا گیا اس کی ایجاد کی ہوئی تجویز اس کی پیش کی ہوئی تجویز پھر گورنر جنرل کی منظوری پھر تمام اسلامی حلقوں میں اس پر اظہار مسرت و خوشی پھر عالم کا اسے اسلامی تاریخ میں زریں دن اور بقائے احترام اسلام اور موجب دلجمعی و اطمینان و نہایت مسرت خیز کہنا اسے پتھر کی لکیر کر گیا، مسجد کا سڑکوں ریلوں نہروں سے تصادم نہ کوئی نئی بات نہ کبھی ختم جیسا کہ خود جواب ایڈریس میں مذکور ہے مگر اس پر کیسے اطمینان بخش وہ الفاظ گورنمنٹ کے تھے کہ گورنمنٹ ہمیشہ کوشش کرے گی کہ مسئلہ مذکورہ کو اس طور پر حل کرے جو تمام اشخاص متعلقہ کے لئے قابل اطمینان ہو۔ عالم اور عوام کی ان کارروائیوں نے انھیں کتنے ہی بڑے معنی کی طرف پھیر دیا انھوں نے چیخ و پکار اور جلسوں روشنیوں کی بھرمار سے بتا دیا کہ یہ صورت

ہمارے لئے نہایت قابل اطمینان ہے جب تصادم ہو مسجدیں توڑ کر ہموار کر دو اور پیچھے سڑکیں ریلیں نہریں
دوڑا دو۔ بس مسئلہ اسی طور پر حل ہو جائے گا جو تمام اشخاص متعلقہ کے لئے قابل اطمینان ہے۔ کیا عالم اور
عوام کو کوئی عذر رہا ہے کہ اس وقت کچھ شکایت کریں یا چارہ جوئی کا نام لیں۔ کیا اُن سے نہ کہا جائے گا کہ
عقل کے ناخن لو یہ وہی تو نہایت مسرت خیز و موجب اطمینان و احترام اسلام اور اسلامی تاریخ کا زریں
دن ہے جسے تم آپ پیش کر کے منظور کرا چکے ہو۔

(۳۰) پھر نری نظیر ہی نہیں بلکہ جو قانون معاہدہ بنایا جاتا ہے اس کے لئے کافی مادہ ہے احترام مساجد
کی یہی دفعہ بس ہو گی کہ اُن کا زمین پر رکھنا کچھ ادب نہیں بلکہ چھتوں پر اٹھا کر سروں سے اونچی کر دی ہیں
اور اصل مسجد یعنی زمین پر جو چاہیں بنائیں عالم و عوام اس اپنی ہی پیش کردہ پسندیدہ دفعہ کا دفع کہاں سے
لائیں گے۔ افسوس کہ یہ شدید ہتک اسلام خود فرزندان اسلام کے ہاتھوں ہو انا للہ وانا الیہ راجعون
یہیں سے ظاہر ہوا کہ یہ جو بہلاوے دیے جاتے ہیں کہ ایک محکم قانون محفظ معاہدہ کا بنایا جانا قرار
دلوا دیا گیا ہے جس سے حسب تصریح لارڈ اس متنازعہ فیصلے کا بھی مسلمانوں کے موافق ہونا متوقع ہے
اور فیصلہ پر ایک نظر میں یہ تاکیدی حکم مسئلہ معاہدہ بتاتا کہ اس کی تحریر میں احکام اسلامیہ کے احترام کو
ہر طرح مد نظر رکھنا چاہئے۔ حسب روش قانونی کی بھی وقعت نہیں رکھتے۔ مانا کہ قانون ضرور ہے۔ مانا کہ
تاکیدی حکم بیشک ہوا مگر احترام کے معنی تو آپ نے بتا دیئے کہ ہم اسے احترام اسلام کہتے ہیں جسے
خود اپنے منہ سے ہتک حرمت اسلام کہہ چکے ہیں۔ بس اسی پر قانون بنوا لیجئے اور اسی کی نسبت تاکیدی
حکم تصور کیجئے حظ

خویشتن کردہ را علاج مخواہ

(اپنے کئے کا کوئی علاج نہیں)

یارب! معنی خود اُنے ٹھہرانا اور خالی لفظ پر عوام کو بہلانا کس لئے۔

(۳۱) [عذر بدتر از گناہ کے رد] طرفہ تر عذر بدتر از گناہ سنئے، تقریر مذکور میں ہے ہم نے
اس لئے اس کو اپنی صورت مجوزہ (یعنی تدبیر اول نامنظور) سے بھی بہتر خیال کیا کہ تو عدمیونسپلٹی
سے ممکن ہے کہ ہم کو بہتر موقع اس کے حاصل کر لینے کا ہو۔ ایسے حرام و ہتک اسلام کو اپنے منہ
پیش کر کے منظور کرانا اور اس امید موہوم کو کہ ممکن ہے میونسپلٹی ہمیں واپس دے اُس کے ارتکاب کی ضرورت
تجویز بلکہ تحسین کا موجب ٹھہرانا عجیب فہم عکس تازہ شریعت ہے۔ کیا جیسا کہ کہا جاتا اور مراسلات کا مؤید وغیرہ
میں بیان ہوا ہے یہ میونسپلٹی وہ نہیں جس نے کثرت رائے کا بھی خیال نہ کیا اور مسجد کے خلاف ہی فیصلہ دیا۔

لایلدغ المؤمن من جحر واحد مرتین[1] مومن ایک سوراخ سے دو بار نہیں ڈسا جاتا (ت)

خاص گورنمنٹ، کون گورنمنٹ؟ وہ وہ جس نے کہا میں تمہارے لئے پیام امن لایا ہوں وہ وہ جس نے کہا مذہبی باتوں کے متعلق وہی پالیسی ہے اس میں کوئی تغیر نہیں، وہ وہ جس نے کہا حقوق مساجد کا ہمیشہ لحاظ رکھا جائیگا اور سب مسلمانوں کے اطمینان کے قابل فیصلہ کیا جائے گا اسے چھوڑ کر میونسپلٹی کی رحمت پر بھروسا کرنا وہاں اپنے منہ حرمت اسلامیہ کو پامالی کے لئے خود پیش کرنا اور اس کے ازالہ کی امید چونگی سے رکھنا کس درجہ بدقسمتی ہے۔

(۳۲) میونسپلٹی اگر راضی بھی ہوتی تو فیصلہ خاص گورنمنٹ کے بعد اس سے تعلق کی امید کتنی غلط امید ہے۔

(۳۳) بفرض غلط اگر میونسپلٹی آپ کو لکھ بھی دے کہ ہاں یہ زمین خاص مسجد کی ہے چونگی کا اس پر کچھ دعوٰی نہیں تو کیا وہ اس حکم حتمی گورنمنٹ کو بھی منسوخ کر دے گی کہ یہ ضرور ہے کہ عام پبلک اور نمازی اسے بطور سڑک کے استعمال کرنے کے مجاز ہوں اور جب یہ برقرار رہا تو وہ کیا ہے جسے آپ میونسپلٹی سے حاصل کرلیں گے جس کے سبب اس اپنے اقراری اشد حرام وہتک اسلام کو زائل کریں گے۔

(۳۴) بفرض باطل یہ بھی ممکن سہی تو ایک اُمید موہوم کے لئے، جس کا نہ وقوع معلوم نہ سال دس سال مدت معلوم، اس وقت ایسا حرام آپ تجویز کرنا اس وقت حرمت اسلام کو ہتک کے لئے خود پیش کرنا کس شریعت نے جائز کیا ہے۔

(۳۵) موہوم ہونے کی یہ حالت ہے کہ خود بھی اس کے حصول پر اطمینان نہیں تقریر میں عبارت مذکورہ کے متصل ہے اگر نہ ملا تو ہم مجبور ہیں ویسا ہی تصور کریئے جیسا اس وقت دہلی کی جامع مسجد میں انگریزوں کو جوتا پہنے آنے سے روک نہیں سکتے۔ مجبور کس نے کیا، آپ تجویز نکالو، آپ پیش کرو، آپ منظور کراؤ، آپ خوشیاں مناؤ، اور پھر مجبور کے مجبور۔ انگریزوں کا جوتا پہنے پھرنا اگر وہاں کے مسلمانوں کی خوشی سے ہے تو ان پر بھی الزام ہے اگرچہ آپ پر اشد ہے کہ کہاں نادر ڈگا ہے ماہے کسی انگریز کا آنا اور کہاں یہ شبانہ روز کی پامالی، گو بر لید مٹانی، اور اگر مسلمانوں نے اس کی اجازت نہ دی تو یہ آپ کی آخود کردہ ہے اس کا اس پر قیاس کیسا!

(۳۶) سب جانے دیجئے امید و موہوم و مظنون سب سے گزر کر بفرض محال میونسپلٹی سے اُس کا انفصال

---

[1] صحیح البخاری کتاب الادب باب لایلدغ المؤمن الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۰۵
سنن الدارمی باب لایلدغ المؤمن من جحر مرتین نشر السنۃ ملتان ۲/ ۲۲۶

اور مرور و استعمال کا بالکلیہ زوال سب قطعی و یقینی ٹھہرا لیجئے پھر الزام کیا دفع ہوا، کیا کوئی گناہ حلال ہو سکتا ہے جبکہ ایک زمانہ کے بعد اس کا زوال یقینی ہو، یوں تو شراب و زنا بھی حلال ہو جائیں گے کہ ہمیشہ کے لئے تو وہ مستقر نہیں مستمر، ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ یہ ہے وہ تو تو ٔمسجد کانپور کے فیصلہ پر ایک نظر" جس پر عوام کو وہ کچھ وثوق وہ کچھ ناز ہے واستغفر اللہ العظیم۔

الحمد للہ دو استفسار پیشین کے جواب میں یہی چھتیس ۳۶ نظریں کافی ووافی ہیں جن میں اس فیصلہ پر ایک نظر پر بھی پندرہ ۱۵ نظریں ہوگئیں، اور نہ صرف اسی قدر بلکہ مسئلہ و فیصلہ کے پہلوؤں پر کافی روشنی پڑ گئی جس کے بعد عاقل کو امتیاز حق و باطل کے لئے ان شاء اللہ العظیم زیادہ کی حاجت نہ رہی جواب باقی استفسارات کا حال بھی یہیں سے کھل گیا لہذا ان پر بالاجمال دو چار لفظ لکھ کر کلام تمام کریں وباللہ التوفیق۔

متعلق جواب استفسار سوم

اس کے فقرے فقرے کا رد اوپر گزر چکا، گورنمنٹ نے خود خواہش تصفیہ کی، بہت اچھا کیا، مگر تصفیہ میں یہ تجویز جو خود عالم کے اقرار سے حرام اور بلا شبہہ ہتک حرمت اسلام ہے، عالم نے آپ ہی پیش کی بہت برا کیا، پھر اسے نہایت مسرت خیز و زریں دور وغیرہ وغیرہ کہا اور سخت تر کیا۔

(۳۷) [اس تجویز نے کیا دیا اور کیا لیا اس کا موازنہ] نہ کہ قیدیوں کو بلا مقابلہ کسی امر کے چھوڑ دینا چاہا! جواب ایڈریس میں کسی مقابلہ کا اشارہ تک نہیں لکھنؤ کے ایک انگریزی اخبار میں ہے کہ بلا شرط چھوڑا گیا، ممکن ہے کہ باہم خفیہ گفتگو میں ذکر شرط آیا ہو، اب سوال یہ ہے وہ شرط کیا تھی اور جزا کے ساتھ ہم قیمت تھی یا بہت گراں، ہمارے سائل فاضل کا بیان ہے کہ جزا اس کو مشروط کیا کہ مسلمان آئندہ مقدمات چلائیں، یعنی زمین مسجد سے دست بردار ہو جائیں (دیکھو ہمارے بیانات میں نمبر ۱۸ تا ۲۰) اور مسجد کی زمین پر بعینہ اسی طریقہ کی عمارت نہ تعمیر کریں یعنی جس سے وہ مسجد کے لئے محفوظ رہے اور سڑک کے کام میں نہ آ سکے ورنہ عمارت کی کسی ہیأت معینہ سے بحث کے کوئی معنی نہیں تو حاصل شرط مسجد کی مسجدیت کا ابطال اور اس کی زمین کا سڑک میں استعمال اور اس کی حرمت کا اسقاط و ابتذال تھا، اسی کی پابندی سے عالم نے یہ اخیر ناشدنی تجویز نکالی جو منظور ہو کر نظیر ہوگئی اور جس نے ہمیشہ کے لئے تمام مساجد ہند کی حرمت بیچ ڈالی۔ اب اس کا اور جزا یعنی رہائی ملزمان کا موازنہ کر لیجئے خاص اشخاص کی قید ضرر خاص تھا اور وہ بھی جسمانی اور وہ بھی منقطع اور مساجد کی بے حرمتی و ابطال مسجدیت اور اس کے خود پیش کرنے پھر منظور کرانے پھر اس پر اظہار رضا و مسرت سے ہمیشہ کے لئے اس کا نظیر بننا کتنا سخت ضرر عام تھا اور وہ بھی دینی اور وہ بھی مستمر، اسی کو عالم نے خود کہا تھا

کہ شعارِ اسلام کے ہتک ہونے میں کسی کو شبہہ نہ رہا، ایک مسجد کا ضرر ضررِ عام ہے کہ مسجد عام مسلمانوں کی عبادتگاہ ہے نہ کسی خاص کی، اور ضررِ عام ضررِ خاص سے اقوٰی، اسی پر مبنی ہے فتح القدیر و بحرالرائق و درر و غرر و تنویر الابصار و درمختار وغیرہا معتمدات اسفار کا مسئلہ کہ مسجد ضاق و بجنبہ ارض لرجل[1] الخ (جب مسجد تنگ ہو جائے اور اس کے پہلو میں ایک شخص کی زمین ہو) جب صرف نمازیوں پر جگہ کی تنگی ایسا ضررِ اہم گِنی گئی تو مسجد کی مسجدیت کا ابطال، شعارِ اسلام کا وہ ہتک و ابتذال اور پھر نہ ایک مسجد کے بلکہ قاعدہ مستمرہ مساجد کیلئے کس درجہ اشد و اشنع ضررِ عام مسلمین و ضررِ نفسِ اسلام و دین ہے جو عقل و نقل و عرف و شرع کا قاعدہ تو وُہ تھا کہ ضررِ عام سے بچنے کو ضررِ خاص کا تحمل کرتے ہیں، اشباہ والنظائر میں ہے:

یتحمل الضرر الخاص لاجل دفع الضرر العام[2] (عام ضرر سے بچنے کے لئے خاص ضرر کو اپنایا جاسکتا ہے۔ ت)

یہاں چند روزہ خفیف ضررِ خاص چند اشخاص سے بچنے کو اتنا عظیم ضررِ عام و اضرارِ اسلام مستمر و دائم گوارا کیا، اب سوا اس کے کیا کہئے کہ یلیت قومی یعلمون[3] (کسی طرح میری قوم جانتی۔ ت)

(۳۸) عموم و خصوص ضرر سے قطع نظر آخر اتنا تو عامر کو بھی اقرار ہے کہ اس میں ہتک حرمت اسلام ہے پھر کون سی شریعت ہے کہ بعض اشخاص کو ذرا سے ضرر سے بچانے کے لئے مسجدوں پر مصیبت چڑھانا اور ان کی حرمتیں پامال کرانا اور اُس پامالی کو ہمیشہ مستمر بنانا روا ہے، زید کا باپ بیمار تھا اور بھائی کو زکام، ایک بڑا ڈاکٹر جس کے ہاتھ میں اللہ عزوجل نے ان بیماریوں کا یقینی علاج رکھا تھا دور سے اُسے سُن کر آیا اور آیا بھی کیسا یہ کہتا آیا میں تمہارے لئے پیامِ شفا لایا ہوں اور خاص تصریحاً پدر و برادر دونوں کا نام لے کر کہا کہ اسے بھی دوا دوں گا اور اس کا بھی خاص توجہ سے پورا اطمینان بخش معالجہ کروں گا، بایں ہمہ زید نے اپنے وہم خواہ کسی کمپوڈر کے کہنے سے یہ خیال دل میں پکا لیا کہ باپ جب تک زندہ ہے بھائی کو دوا نہ دی جائیگی لہذا بھائی کا زکام جانے کے لئے باپ کو قتل کردیا، ایسی صورت کو کیا کہیں گے، یا نہ سہی یہی فرض کیجئے کہ ڈاکٹر نے وہ کچھ کہہ کر خود ہی بھائی کے علاج کو باپ کی موت پر مشروط کردیا، کیا اس صورت میں بھائی کا

---

[1] فتح القدیر کتاب الوقف فصل اختص المسجد باحکام مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۵/ ۴۴۵
بحرالرائق " فصل فی احکام المسجد ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۵/ ۲۵۵
الدرر الحکام شرح غرر الاحکام کتاب الوقف مطبعۃ احمد کامل ۲/ ۱۳۶
[2] الاشباہ والنظائر الفن الاول تحت یتحمل الضرر الخاص لاجل دفع ضرر العام ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۱۲۱
[3] القرآن الکریم ۳۶/ ۲۶

نکاح کرنے کو باپ کا قتل روا ہے۔

(۳۹) استفسار یہ نہ تھا کہ ملزم شرط پر چھوٹے یا بلا شرط، جس کا یہ جواب دیا گیا، بلکہ سوال یہ تھا کہ ان کی آزادی کے بعد اور کیا منازعت رہ گئی تھی جسے عالم نے قطع کیا اور کیونکر قطع کی، یہاں بھی بعض اصحاب نے استفسارات کو دیکھ کر کہا تھا کہ ان کی حکمت سمجھ میں نہ آئی کس کس غرض سے یہ امور دریافت کئے ہیں ہمارے استفسار دوم کی حکمت اوپر معلوم ہو چکی۔ اس سوم کا فائدہ یہ تھا کہ یہاں دو ہی نزاعیں تھیں، گورنمنٹ کا ملزموں پر دعوی، مسلمانوں کا زمین مسجد پر دعوی۔ گورنمنٹ نے عالم سے مصالحت کی، مصالحت یک طرفہ تو تھی نہیں اور رہائی ملزمان کوئی فعل مشترک نہ تھی کہ فریقین نے کیا اور طرفین سے قطع نزاع متحقق ہوا، وہ تو تنہا فعل گورنمنٹ تھا کہ خود ہی وہ اسے بجالائی اور اپنی طرف سے قطع نزاع کی۔ اس کے بعد دوسری نزاع کیا تھی کہ ادھر سے قطع کی گئی، لاجرم اس کا جواب یہی تھا کہ گورنمنٹ نے قیدی چھوڑے مسلمانوں نے مسجد چھوڑی، ولہٰذا سائل فاضل نے استفسار دوم کی طرح سوم کے جواب سے بھی پہلو تہی کی اور وہ زائد بات لکھ کر ایک گون مبہم پر قناعت فرمائی کہ گورنمنٹ اور مسلمانوں سے مقربات اور اس کے ضمن میں باہم کشیدگی و منازعت تھی جس کو عالم نے قطع کر دیا۔ سوال تھا منازعت کیا تھی کیونکر قطع کی؟ جواب ہوا کہ تھی اور قطع کی غرض یہاں کے بعض اصحاب فائدہ استفسارات نہ سمجھیں مگر سائل فاضل نے خوب سمجھی اور اپنی احتیاط کا حق ادا کیا۔

متعلق جواب استفسار چہارم

قبضہ کی کافی بحث اور گزری کہ زمین پر قبضہ دینا نہ ٹھہرا بلکہ ہوا ہے۔

(۴۰) [زعم حصول قبضہ کا رد] رہا میروں کا کہنا ہم عمارت کی اجازت دیں گے جو قانوناً و عرفاً قبضہ ہے اگرچہ گورنر جنرل لفظ قبضہ کو اپنی زبان سے نہ کہیں، شرعاً راستہ پر چھجا نکالنے چھتا پاٹنے کا ہر شخص کو اختیار ہے اگر کوچہ غیر نافذہ ہو تو سب اہل کوچہ کی اجازت سے، اور شارع عام ہو تو سلطان کی اجازت سے بلکہ بلا اجازت سلطان بھی نکالنے سے گنہگار نہ ہوگا اگرچہ مزاحمت کے بعد اتار دینا واجب ہوگا۔ عالمگیری میں ہے:

ان اراد احداث الظلة فی سکة غیر نافذة یعتبر فیه الاذن من اهل السکة وهل یباح احداث الظلة علی طریق العامة ذکر الطحاوی انه یباح ولا یاثم قبل ان یخاصمه

اگر کوئی بند گلی میں چھتہ بنانا چاہے تو گلی والوں کی اجازت معتبر ہوگی اور کیا شارع عام پر کوئی چھتہ بنا سکتا ہے، تو امام طحاوی نے مباح کہا ہے اور اس وقت تک گنہگار نہ ہوگا جب تک کوئی مخاصمت نہ کرے اور مخاصمت کے

احد وبعض المخاصمة لایباح الاحداث و الانتفاع ویاثم بترك الظلة كذا فی الفصول العمادیة. ولیس لاحد من اهل الدرب الذی هو غیر نافذ ان یشرع كنیفا و لا میزابا الا باذن جمیع اهل الدرب اضر ذلك بهم اولم یضرهم كذا فی الخلاصة.[1]

بعد نہ بنانا مباح ہوگا اور نہ ہی اس سے انتفاع جائز ہوگا اور اس کو باقی رکھنے سے گنہگار ہوگا، جیسا کہ فصول عمادیہ میں ہے، اور کسی کو تنگ بند گلی میں کوڑا ڈالنا ہو یا پرنالہ لگانا گلی والوں کی اجازت کے بغیر جائز نہیں خواہ گلی والوں کو ضرر ہو یا نہ ہو، خلاصہ میں یونہی ہے۔ (ت)

اور غالباً انگریزی قانون میں بھی جو گلی کی اجازت سے ایسا ہو سکتا ہے اسے کوئی شاقل راہ یا سڑک کی زمین پر قبضہ نہ کہے گا اور وُہ دکیوں جانیے لکھنؤ میں بام نشینان بازار کی کثرت سُنی جاتی ہے شرعاً عرفاً قانوناً کسی طرح وُہ دکانوں پر قابض نہیں۔

(۴۱) جواب ایڈریس کا وہ جملہ کہ میں اس کو کچھ وقیع واہم نہیں خیال کرتا کہ زمین کس کے قبضہ میں رہے گی اس کے سمجھنے میں بہت غلطی کی گئی بحث قبضہ وقیع نہیں یعنی فضول ہے اس کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ قبضہ کسی خاص کا ہو اس سے ہمیں غرض نہیں۔ دوسرے یہ کہ ہم کسی خاص قبضہ کو ہرگز روا نہ رکھیں گے لہٰذا اس کی بحث فضول ہے، وہ بات کہ اگرچہ گورنر جنرل لفظ قبضہ کو اپنی زبان سے نہ کہیں معنی اوّل بتاتی ہے حالانکہ مراد قطعاً معنی ثانی میں ہے کہ اس کے متصل ہی جواب ایڈریس میں ہے مگر یہ ضروری ہے کہ عام پبلک اور نمازی اسے بطور سڑک کے استعمال کرنے کے مجاز ہوں یعنی قبضہ عام ہونا ضروری ہے خصوصیت کی بحث لا یعنی ہے، تو ذکر نفی قبضہ کو نفی ذکر قبضہ پر حمل کرنا صریح مغالطہ یا کھُلی غلطی ہے۔ ممبر متعینہ نے صاف صاف کہہ دیا کہ یہی قبضہ ہے یعنی اور میں نے مان لیا کہ سائبہ مرادف موجب ہے ایسا قبضہ عالم صاحب یا کوئی مسلمان ممبر صاحب اپنے گھر کے لئے بھی گوارا کریں گے یا یہ خاص اللہ عزوجلالہ کے گھر کے لئے ہے غرض کہ قبضہ خود ممبر متعینہ کی زبان سے طے کرالیا۔ جی نہیں بلکہ خود اپنی زبان سے قبضہ کا قضیہ طے کر دیا کہ چھت ہماری اور مسجد کی زمین پر سڑک جاری، لاحول ولا قوة الا باللہ العلی العظیم۔

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الجنایات الباب الحادی عشر فی جنایۃ الحائط نورانی کتب خانہ پشاور ۶/ ۴۰

متعلق جواب استفسار پنجم

(۴۲) [مصالحت اس پر کی کہ مسجد مسجد کیا بلکہ وقف بھی نہ ٹھہرے] عالم کی پیش کردہ دوسری تجویز جس پر فیصلہ ہوا تقریر مذکور عالم میں صرف ان لفظوں سے ہے ، اس وقت میں نے یہ صورت پیش کی کہ سردست ہم کو داؤن کی چھت پر قبضہ دے دیں الخ، اس میں کہیں کسی کی ملک نہ ہونے کا تذکرہ نہیں مگر سائل نے اسے ان لفظوں سے بیان کیا تھا کہ بعد ردّ و قدح عالم کی رائے سے طے پایا ہے کہ سردست ملک اس زمین پر کسی کی ثابت نہ کی جائے کیونکہ مسلمانوں کے نزدیک یہ وقف ہے قبضہ زمین پر مسلمانوں کا دلایا جائے اس پر یہ استفسار پنجم تھا کہ یہ کسی کی ملک ثابت نہ ہونے کی قرارداد صرف عالم کے تخیل میں رہا یا باتفاق فریقین طے ہوا اُس کا یہ جواب ہے کہ زمین کی ملکیت گورنمنٹ اپنی ہی کہتی تھی لہٰذا عالم نے صاف کہہ دیا اور لکھوا لیا کہ ملک وقف میں کسی کے لئے نہیں ہوتی اسی واسطے ہم اپنے لئے بھی ثابت کرنے کے درپے نہیں۔ اس جواب میں بہت خلط مبحث ہے ملک کا اطلاق دو معنی پر آتا ہے اوّل اختصاص مانع کہ ابتداءً اس کے لئے قدرت تصرف شرعی ثابت کرے اور اس کے غیر کو بے اس کی اجازت کے تصرف سے مانع ہو جیسے زید کا مکان زید کی ملک ہے۔ فتح القدیر میں ہے ،

الملك هو قدرة يثبتها الشارع ابتداء على التصرف فخرج نحو الوكيل۔[1]

ملکیت وہ قدرت ہے جسے شارع نے تصرف کے لئے ابتداءً ثابت کیا ہو تو وکیل جیسے تصرف خارج ہوگئے (ت)

اشباہ میں ہے ،

وعرفه في الحاوي القدسي بانه الاختصاص الحاجز۔[2]

اور حاوی قدسی نے اس کی تعریف یوں کی ہے وہ اختصاص جو دوسرے کی مداخلت سے مانع ہو (ت)

بایں معنی تمام اوقاف علی الصحیح المفتی بہ اور خصوصاً مساجد باجماعِ امت اللہ عزوجل کے سوا کسی کی ملک نہیں قال اللہ تعالٰی وان المسٰجد للّٰہ[3] (اللہ تعالٰی نے فرمایا ، اور یہ کہ مسجدیں اللہ ہی کی ہیں۔ ت) دوم بمعنی قدرت تصرف شرعی۔ عنایہ میں ہے ، الملك هو القدرة على

---

[1] فتح القدیر کتاب البیوع مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۵/۲۵۶
[2] الاشباہ والنظائر الفن الثالث القول فی الملک ادارۃ القرآن کراچی ۲/۲۰۲
[3] القرآن الکریم ۷۲/۱۸

القدرۃ علی التصرف فی المحل شرعاً (ملکیت، یہ محل میں تصرف شرعی کی قدرت ہے۔ ت) بایں معنی متولی کو مالک اوقاف کہہ سکتے ہیں۔ خزانۃ المفتین و فتاوٰی عالمگیریہ میں ہے:

لو ادعی المحدود لنفسہ ثم ادعی انہ وقف الصحیح من الجواب انہ کان دعوی الوقفیۃ بسبب التولیۃ یحتمل التوفیق لان فی العادۃ یضاف الیہ باعتبار ولایۃ التصرف والخصومۃ۔[۲]

اگر پہلے محدود رقبہ کا دعوٰی اپنے لئے کیا پھر وقف ہونے کا دعوٰی کیا تو صحیح جواب یہ ہے کہ اگر وقف کا دعوٰی تولیت کی بناء پر کیا تو پھر اس کے دونوں دعووں میں موافقت پیدا کی جاسکتی ہے کیونکہ عادتاً وقف متولی کی طرف تصرف اور منازعت میں منسوب ہوتا ہے (ت)

یہ دونوں معنی خود اسی جواب استفسار میں موجود، اول کہا ملک وقف میں کسی کے لئے نہیں ہوتی۔ اس کے متصل ہی اپنے مشیر قانونی کا قول نقل کیا کہ ہماری ملک غصب سے نہیں چلی گئی۔ ظاہر ہے کہ گورنمنٹ ہرگز کسی وقت اس حصہ مسجد میں اپنی ملک بمعنی اول کی مدعی نہ ہوئی اس پر یہ کبھی نہ کہا گیا کہ یہ گورنمنٹی زمین ہے تم نے اسے مسجد کرلیا تھا اب گورنمنٹ اسے واپس لیتی ہے بلکہ دعوٰی اگر تھا تو اختیار تصرف کا اس کی نفی امر طے شدہ میں ہرگز عالم نے کی نہ محبت کمون نہ صاف نہ صاف بلکہ صاف صاف اس کے اثبات پر فیصلہ ہوا کہ یہ امر ضروری ہے کہ عام پبلک الخ۔

(۴۳) ہر قوم اپنی اصطلاح پر کلام کرتی اور سمجھتی ہے قانون اور اہل قانون کی اصطلاح میں زمین مسجد یا وقف مسجد کو ملک مسجد کہتے ہیں بلکہ اس اصطلاح کا پتا شرع مطہر میں بھی ہے۔ واقعات حسامیہ و خزانۃ المفتین و فتاوٰی ہندیہ میں ہے:

لایمکن تصحیحہ تملیکا بالہبۃ للمسجد فاثبات الملک للمسجد علی ھذا الوجہ صحیح۔[۳]

مسجد کو ہبہ کرنے سے تملیک کی تصحیح ممکن نہیں جبکہ اس طریقہ سے مسجد کے لئے ملکیت کا اثبات صحیح ہے (ت)

تو یہ طے کرنا کہ ملک اس زمین پر کسی کی نہ ثابت کی جائے یہ طے کرنا ہے کہ اسے مسجد کی شے نہ مانا جائے

---

[۱] العنایۃ علی ہامش فتح القدیر کتاب البیوع مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۵/۴۵۵
[۲] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الوقف الباب السادس فی الدعوی الخ نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۴۳۱
[۳] " " الباب الحادی عشر فی المسجد " " " ۲/۴۶۰

اور اب یہ کہنا ضرور صحیح ہے کہ چنانچہ گورنمنٹ نے ایسا ہی کیا۔

متعلق جواب استفسار ششم

(۴۴) یہاں "سردست" کے معنی جس حکمت کے لئے دریافت کئے گئے تھے وہ کارگر ہوئی یعنی جانا پڑا کہ سردست کے معنی ممبر متعینہ سے صاف کہہ دئے گئے کہ ہم تخلیص شرکت مرور کے لئے ہمیشہ چارہ جوئی کرتے رہیں گے، یعنی اس وقت ہماری یا مسجد کی ملک ثابت ہو جائے گی فی الحال کسی کی نہ رکھو تو صاف کھل گیا کہ ملک سے وہی معنی مراد لئے جو اصطلاح قانون ہے یا معنی دوم بہرحال مطلب یہ ہوا کہ فی الحال زمین مسجد کو وقف نہ ٹھہرایا جائے آئندہ ہم کوشش کریں گے کہ وقف قرار پائے ایک اسلامی عالم کہ الٰہی گھر کی حمایت کو چلا ہو اُس کے لئے اس سے زیادہ شنیع بات اور کیا ہوگی کہ اپنے منہ سے مسجد در کنار سرے سے فی الحال اُسے وقف بھی نہ ٹھہرانے کی تجویز پیش کرے۔ رہی آئندہ کی کوشش اس کا محصل حال اور گزرا کہ یہ محض نہانخانۂ خیال میں رہا یا کہا اور منظور نہ ہوا اس کا قرارداد ہرگز نہ ہوا، اور جو کچھ برائے گفتن تھا تصفیہ ہوتے ہی اسے خود منسوخ و ممسوخ کر دیا اور اُس کا خیال تک مسلمانوں کے دلوں سے جھیل ڈالنے کا زور دے لیا فاعتبروا یا اولی الابصار۔ ممبر متعینہ نے یہ بھی صاف صاف کہہ دیا کہ جب قانون بن جائے گا تو خواہ مخواہ یہ مسئلہ بھی طے ہو جائے گا۔ جی مسئلہ تو ابھی طے ہو گیا اور وہی قانون کے لئے مادہ ہو گیا دیکھو نمبر ۲۶ تا ۳۰ ہم اس وقت اس خواہش کو پورا نہیں کر سکتے یعنی مسجد کو مسجد بالائے طاق وقف بھی نہیں مان سکتے۔ یہ ہے جو عالم نے طے کیا ہے۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون۔

متعلق جواب استفسار ہفتم

(۴۵) [یہ مصالحت ایک شخصی کارروائی ہے اور اس کے روشن ثبوت] یہاں تک بعض استفساروں کے منشا کو سائل فاضل نے سمجھ لیا اور جواب سے اعراض یا ابہام کی طرف عدول کیا جیسے استفسار دوم و سوم اور باقی میں جواب صحیح کی راہ ہی نہ تھی اُن میں طریق اعتذار لیا اور بن نہ پڑا۔ اس ہفتم میں بظاہر منشاء سوال خیال میں نہ آیا، منشا یہ تھا کہ عالم نے جس بات پر فیصلہ کیا قطعاً اُسی کے اقرار سے خلاف احکام و ہتک حرمت اسلام ہے۔ اب الزام کے لئے تین صورتیں ہیں: ایک معافی وہ صورت جبر و اکراہ شرعی ہے، یہ استفسار کی شق اول تھی کہ عالم کو گورنمنٹ نے حکماً مجبور کیا۔ دوم اشتراک کہ الزام تمام ہے مگر نہ صرف عالم بلکہ تمام مسلمانان ذی تعلق پر جبکہ انہوں نے اس کارروائی کے لئے عالم کو وکیل بنا کر بھیجا ہو یہ دوسری شق تھی کہ یا

مسلمانوں نے اپنی طرف سے مامور کیا اور اس میں عالم کا نفع یہ تھا کہ اگرچہ کبیرہ شدیدہ واقع ہوا مگر اوروں کو عالم پر سخت تشنیع و ملامتیں کرنے کا (جن کی شکایت اس سوال کے ساتھ خط میں آئی) موقع نہ ہوگا کہ وہ خود بھی اسی بلا میں مبتلا ہیں۔ سوم عالم و من معہ کا انفراد اور انفرار اسلام میں استبداد، یہ تیسری شق تھی کہ یا وہ بطور خود گیا، اس کے جواب میں دو شق اخیر کی صراحۃً اور اول کی ضمناً نفی کی کہ عالم کو عام مسلمانوں نے طلب نہ کیا نہ وہ از خود گیا بلکہ مقدمہ کانپور کے کارکنوں نے باصرار بلایا، یہاں سے ظاہر کہ وہ کارکن عام مسلمانوں کے نہ نائب مناب نہ تھے ورنہ اُن کا بلانا عام مسلمانوں کا طلب کرنا کیوں نہ ہوتا اور جب ایسے نہ تھے اور معاملہ عام مسلمانوں کا تھا ذکر تنہا اُن خاص کا، تو خاص کے بلانے پر جانا عام کا قائم مقام کیونکر کر دے گا، تو مآل وہی ہوا کہ خود گیا۔

(۴۶) بالفرض وہ کارکن عام مسلمین کے صحیح قائم مقام تھے یا خود عام مسلمانوں نے عالم کو بھیجا تو کیا انھوں نے کہدیا تھا کہ اصل معاملہ پر پانی پھیر دینا فیصلہ پر ایک نظر میں مسلمانوں سے گفتگو اور عالموں سے مشورہ تک تو صرف تدبیر اول تھی بھیجنے والوں نے اسی کے لئے بھیجا تھا جب ممبر نے اُسے نامنظور کیا عالم کی وکالت ختم ہو چکی اُسے اپنی رائے سے ایسی تدبیر حرام و خلاف احکام و ہتک اسلام نکالنے اور اُسے مسلمانوں کے سر ڈالنے کا کیا اختیار تھا، لاجرم اشتراک ہرگز نہیں بجز انفراد و اسلام میں استبداد ہے پھر ملامت مسلمانان کی شکایت کیوں ؎

تنکی المحب وتشکو وھی ظالمۃ | کالقوس تصمی الرمایا وھی مرنان

(محب کو ہلاک کرتی ہے اور شکایت کرتی ہے حالانکہ خود ظالم ہے کمان کی طرح کہ تیر ہلاک کریں اور یہ جنبش دے)

(۴۷) عالم نے خود ممبر سے یہ کہہ کر کہ میرا کام مسئلہ بتا دینے کا ہے خدا کے گھر کا معاملہ ہے میرا گھر نہیں ہے اور تقریر عالم میں ہے احکام مذہبی میں کچھ نہیں دخل دے سکتا اگر رضامندی نہیں ہوتی حکام کو اختیار ہے میں اس سے زیادہ کچھ نہیں کر سکتا، اپنی وکالت کو ختم کر دیا تھا، پھر خود رائی کا اُسے کیا اختیار تھا اس کا عذر یہ بتایا ہے کہ مگر ممبر متعینہ نے کہا ہم کو تمھاری رائے پر اعتماد ہے ہم علماء کی مجلس جمع نہ کریں گے تم اپنی رائے کہہ دو۔ الحمدللہ ظاہر ہو گیا کہ اب یہاں سے عام مسلمانوں کا وکیل نہ تھا بلکہ فریق ثانی کا جس نے اس پر اعتماد کیا، تو اس کی یہ کارروائی ہرگز مسلمانوں کی نہیں ٹھہر سکتی بلکہ ایک وکیل گورنمنٹ بلکہ ایک وکیل ممبر کی کارروائی ہے جس کا اثر صرف ممبر کی ذات تک محدود ہے۔

(۴۸) علمائے مشورہ نہ لینے کو ممبر کے سر رکھا جاتا ہے مگر فیصلہ پر ایک نظر کی تقریر تو صاف کہہ رہی ہے کہ عالم خود ہی اُس سے باز رہا اور بالقصد اُس سے انحراف اور اپنی ہی رائے پر توکل کیا تقریر مذکور میں ہے

میں نے چاہا کہ عام طور پر علماء سے مشورہ لوں مگر مجھے اخفائے راز کی ذمہ داری اس سے مانع ہوئی اپنا ذاتی خانگی معاملہ ہوتا تو ایک بات تھی عام مسلمانوں کا معاملہ اور انھیں سے اخفاء، گورنمنٹ کا اگر کوئی راز تھا تو کیا ضرور تھا کہ گورنمنٹ کا نام لیا جاتا اُس کا کوئی خفیہ ارادہ ظاہر کیا جاتا در بارہ مسئلہ علماء سے استفسار کہ فلاں صورت کا کیا حکم ہے کون سا افشا سے راز تھا شرعی مسئلہ اور خاص حرمتِ اسلام سے متعلق اور عام مسلمانوں سے اُس کا تعلق اور راز کی کوٹھڑی میں بند۔ بحمد اللہ یہ تو صاف ہوگیا کہ یہ صرف ایک شخص کی شخصی کارروائی ہے جس میں عام مسلمان شریک نہ علماء کو خبر، ایسی کارروائی جس قابل ہے ظاہر ہے۔

(۴۹) آگے ممبر کا قول لکھا ہم بالکل گفتگو منقطع کرتے ہیں اور صرف ایک گھنٹہ کی مہلت ہے یہاں یہ بتایا جاتا ہے کہ جلدی کی اور مہلت نہ دی اور گھبرا لیا اس لئے ہم نے مسجد نہ ایک مسجد بلکہ ہندوستان کی سب مسجدیں نذر کردیں، اس عذر کی خوبی ظاہر ہے نزاع میں فریق ثانی سب کچھ کرتا ہے گھبرا لینے پر گھبرا جانا کیوں ہوا مہلت کے جواب میں کیوں نہ انھیں الفاظ کا اعادہ کیا جن کا کہنا پہلے بتایا جاتا ہے کہ یہ سے گھر کا معاملہ نہیں میں تنہا کچھ نہیں کرسکتا علماء مسلمین سے مشورہ لینے کے لئے کافی مہلت ملنا ضرور ہے ورنہ گورنمنٹ کو اختیار ہے میں اس سے زیادہ کچھ نہیں کرسکتا، یہ کہہ کر دیکھا تو ہوتا کہ آشتی خواہ گورنمنٹ کیا کہتی حرمتِ اسلام کیسی برقرار رہتی، حفظ حقوق مذہب میں گورنمنٹ کی نامبدل پالیسی کیا کچھ نفع پہنچاتی، وہ امن جس کا پیام ہی لے کر گورنمنٹ کا آنا ہوا تھا کیسا کچھ مبارک رنگ دکھاتی، اسی لئے تو حدیث میں ارشاد ہوا:

التأنی من الرحمٰن والعجلة من الشیطان[1]۔ تاخیر رحمان کی طرف سے ہوتی ہے اور عجلت شیطان کی طرف سے۔ (ت)

والعیاذ باللہ العزیز المستعان۔ اللہ تعالیٰ غالب مددگار کی پناہ۔ (ت)

اس کے بعد جو کچھ کہا گیا اس کے فقرے فقرے کا رد اوپر آگیا وباللہ التوفیق۔

(۵۰) غرض الزامات شرعیہ قطعیہ یقیناً قائم ہیں اور بشدت قائم، کبائر شدیدہ عدیدہ کے ارتکاب قطعاً لازم ہیں اور ہدایت لازم۔ اس سب پر ظلم بر ظلم براءت کی فکرو کاوش اور اُس کارروائی ہتک حرمتِ اسلام کو صحیح و صواب بنانے کی کوشش ہے حاشا حق طلبی کی یہ راہ نہیں ؎

دانم نرسی بکعبہ اے پشت براہ کیں راہ کہ تو میروی بہ انگلستان ست

(اے مسافر مجھے معلوم ہے کہ تو کعبہ نہیں پہنچے گا کیونکہ جس راستہ پر تو چل رہا ہے وہ انگلستان کا ہے)

فنسأل اللہ العفو والعافیة۔

---

[1] جامع الترمذی ابواب البر باب ماجاء فی التأنی امین کمپنی دہلی ۲/ ۲۲
کنز العمال حدیث ۵۶۷۵ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۳/ ۱۰۱

بلکہ سبیلِ نجات اس میں منحصر کہ

اوّلاً عالم اور جو جو مسلم اس کارروائی میں شریک تھے سب اس شنیع وسخت فظیع کبیرۂ خبیرہ صدہا حرام وہتکِ حرمتِ اسلام سے بصدقِ دل توبہ کریں رب المساجد جل جلالہ کے حضور خاکِ مذلت پر ناک رگڑیں اپنے سروں پر خاک اُڑائیں، سر برہنہ بادلِ گریاں وچشمِ بریاں اُس کے حبیب قریب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا دامن پکڑ کر دستِ ضراعت پھیلائیں اور ہر ایک کہے: اللّٰھم انی اتوب الیك منھا لا ارجع الیھا ابدا، الٰہی! میں اُن تمام حرکات شنیعہ سے تیری طرف توبہ کرتا ہُوں اب ایسا نہ کروں گا۔

ثانیاً بکثرت اخباروں اشتہاروں میں صاف صاف بلاتاویل اپنے جرائم کا اعتراف اور اپنی توبہ اور اس کارروائی کی شناعت کی خوب اشاعت کریں کہ جس طرح عالم کے اعتماد پر عوام میں اسکی خوبی کا ڈُنڈ (شور) ہند کے گوشہ گوشہ میں مچایا یُوں ہی بچہ بچہ کے کان تک عالم کی توبہ اور اس کی شناعت کا اعلان پہنچے، حدیث میں ارشاد ہوا:

اذا عملت سیئۃ فاحدث عندھا توبۃ السر بالسر والعلانیۃ بالعلانیۃ۔[۱] رواہ الامام احمد فی کتاب الزھد والطبرانی فی الکبیر والبیھقی فی الشعب بسند حسن جید عن معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

جب تُو بُرائی کرے تو اسی وقت توبہ کر، مخفی کی مخفی اور علانیہ کی علانیہ۔ اس کو امام احمد نے کتاب الزہد میں اور طبرانی نے کبیر میں اور بیہقی نے شعب الایمان میں حسن جید سند کے ساتھ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ سے انہوں نے نبی اکرم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے بیان کیا۔ (ت)

ثالثاً گورنمنٹ کو جو ایسا عظیم مسئلہ غلط باور کرایا ہے جس سے ہمیشہ کے لئے مسجدوں کو سخت خطرہ کا سامنا ہے اپنی تمام ہستی ساری حیثیت پوری کوشش بچگیں طاقت اُس کے رفع میں صرف کریں اور شرعی دلائل، فقہی مسائل، ائمہ کے ارشاد، علماء کے فتاوٰی بیش از بیش جمع کرکے یقین دلا دیں کہ وہ کارروائی جو پہلے ہم نے بتائی محض باطل وحرام وہتکِ حرمتِ اسلام تھی کسی مسجد کی کوئی زمین ہرگز ہرگز راستہ، سڑک، ریل، نہر، غرض کسی دوسرے کام کے لئے نہیں کی جاسکتی، مسجد حقیقۃً زمین کا نام ہے

---

[۱] الزہد للامام احمد بن حنبل دار الریان للتراث القاہرۃ ص ۳۵

چھت اس کا بدل نہیں ہو سکتی نہ ہرگز کسی دوسری زمین یا دس لاکھ روپے اگرچہ قیمت خواہ کسی شَے سے اُس کا بدلنا روا ہو سکے، اگر ایسا نہ کیا تو یہ مسجد اور اس کے سوا جب کبھی کسی مسجد کو عالم اور اس کے ساتھی مسلمانوں کی اس کارروائی سے ضرر پہنچے گا ہمیشہ ہمیشہ تا بقائے دنیا اس کی ایک ایک بےحرمتی کا روزانہ گناہِ عظیم اُن کے نامۂ اعمال میں ثبت ہوا کرے گا اللہ کی پناہ اُس حالت سے کہ قبر میں ہڈیاں بھی نہ رہیں اور ہر ہر لمحہ پہ

من اظلم ممن منع مسٰجد اللہ ان یذکر فیھا اسمہ وسعٰی فی خرابھا۔[1]

اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو روکے ان میں نامِ خدا لیے جانے سے اور ان کی ویرانی میں کوشش کرے (ت)

کا وبالِ عظیم دُنیا سے قبر اور قبر سے حشر تک پیچھا نہ چھوڑے، اور یہ عذر مسموع نہ ہوگا کہ ہمیں اس کام کے لیے آدمی نہیں ملے جیسا کہ یہاں خط میں لکھ کر بھیجا کام آپ کا بگاڑا ہوا ہے آپ پر اُس کی تلافی فرض ہے اگرچہ کوئی ساتھ نہ دے بگاڑنے کو آپ تے بلانے کو کوئی اور آئے، اُس وقت کا استبداد کہ نہ علما سے پوچھا نہ مسلمانوں سے کہنا اب بھی کام میں لائیے اور اپنی عاقبت بنائیے اور خدمت کعبہ کی اُلٹی باتگی مثال کر سیدھی دکھائیے، راہ یہ ہے اور توفیق اللہ عزوجل کی طرف سے، ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ اس میں اپنی ذلت نہ سمجھئے اللہ عزوجل کے نزدیک عزت کہ اُس کی طرف رجوع لائے اس کے گھر کی بےحرمتی کرانے سے باز آئے، وہ فرماتا ہے، ولم یصروا علٰی ما فعلوا وھم یعلمون[2] (اور اپنے کیے پر جان بوجھ کر اَڑ نہ جائیں۔ت) مسلمانوں کے نزدیک عزت کہ اُن کے دین پر تعدی چھوڑی حفظ حقوق مذہب کی طرف باگ موڑی گورنمنٹ کے نزدیک عزت کہ ایسی عظیم حرمت اسلام کی پامالی جو اُس کی ناجبدل پالیسی کے بالکل خلاف اس کے مستمر وعدوں کے بالکل مناقض سات کروڑ رعایا کا دل دکھانے والی روش برطانیہ کو مذہبی دست اندازی کا عیب لگانے والی تھی اُٹھا دی اور رجوبات غلط باور کرائی تھی حق وانصاف سے بدلوادی والامر بید اللہ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ (معاملہ اللہ تعالٰی کے دستِ قدرت میں ہے، لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ت) میں ان صاحبوں خصوصًا اپنے قدیمی دوست عالم کو اللہ عزوجل کی پناہ دیتا ہوں اس سے کہ اُنھیں بات کی پچ الٹی راہ دکھائے معاذ اللہ اخذتہ العزۃ بالاثم[3] (اسے اور ضد چڑھے گناہ کی۔ت) کی شامت آڑے آئے، اور اگر خدا ناکردہ ایسا ہو تو علما پر فرض ہے کہ اُس کارروائی کا خلاف شرع و مضرِ اسلام ہونا دلائل ساطعہ سے

---

[1] القرآن الکریم ۲/۱۱۴
[2] القرآن الکریم ۳/۱۳۵
[3] 〃 ۲/۲۰۶

واضح کریں اوہام خلاف کا ردّ بالغ فرمائیں، اسلامی اخباروں پر فرض ہے کہ اُن تحریراتِ علماء کو نہایت کثرت اہتمام سے شائع کریں، ایک ایک گوشہ میں اُن کی آواز پہنچائیں، اسلامی انجمنوں پر فرض ہے کہ اُن کی تائید میں جلسے کریں بکثرت ریزولیوشن پاس کریں گورنمنٹ کو اُن کی اطلاع دیں، مسلمان امراء و حکام و اہلِ وجاہت پر فرض ہے کہ گورنمنٹ کو اس طرف پے در پے توجہ دلائیں، مسلمان قانون پیشہ صاحبوں پر فرض ہے کہ اس کے استغاثے منتہی کو پہنچائیں، غرض ہر طبقہ کے مسلمانوں پر فرض ہے کہ اپنے منصب کے لائق اس میں سعیِ جمیل بجالائیں اور بے تکان اتمک جائز کوششیں کرکے اپنی مساجد کو بے حرمتی سے بچائیں۔ ایسا کروگے تو ضرور حضرت عزت عزّ جلالہ سے ان شاء اللہ القدیر المستعان کامیاب ہوگے دنیا میں سُرخرو آخرت میں شاب ہوگے کہ وہ فرماتا ہے،

وکان حقا علینا نصر المومنینؑ، ان اللہ لا یضیع اجر المحسنینؑ۔ اور ہمارے ذمہ کرم پر ہے مسلمانوں کی مدد فرمانا، بیشک اللہ نیکوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔ (ت)

والحمد للہ رب العٰلمین، وصلی اللہ تعالٰی وبارک وسلم علٰی سیدنا ومولٰنا وملجأنا وماوٰنا محمد وآلہ وصحبہ وابنہ وحزبہ اجمعین اٰمین، واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی

عفی عنہ بمحمدن النبی الامی

صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

محمدی سنی حنفی قادری
۱۳۴۰ھ
آلِ رسول
عبد المصطفیٰ احمد رضا خان